إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

کتاب وسنت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

سہ ماہی مجلّہ

المکرم

نگران
حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر
مجیب الرحمٰن سیاف

شمارہ نمبر 27

ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم 1436ھ | ستمبر، اکتوبر، نومبر 2015ء

بیاد
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

یہ مدارس... یہ علماء

مدارس اسلام کے قلعہ ہیں..
ان کی تاریخ اتنی ہی پرانی جتنی کہ اسلام کی

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قرآنی صفات

عشرہ ذوالحجہ کے فضائل ومسائل

چہرے کا پردہ

ناشر: شعبہ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

اداریہ

حقوقِ انسانی کی آڑ میں

غیر سرکاری تنظیمیں یعنی (این۔جی۔اوز) کا ظہور بیسوی صدی کے اواخر میں ہوا یہ دونوں طرح کی تنظیمیں تھیں اسلامی بھی اور غیر اسلامی بھی۔ کہنے کو تو دونوں ہی کا ایک مقصد انسانی ہمدردی کے لئے بنی تھیں۔ مگر عالمی انصاف کے ٹھیکیداروں کو دیکھیے کہ ایک طرف انسانی ہمدردی کے کام کو امریکی تنظیموں کا قانونی حق سمجھا گیا تو دوسری طرف مسلمان این جی اوز کو ایک خطرہ قرار دے دیا گیا۔ جبکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسلامی فلاحی تنظیموں نے بلاتفریق غیر مسلم ممالک میں بھی انسانیت کی فلاح کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ آپ اگر امدادی کام مدنظر رکھیں۔ تو 1997ء سے 2001ء تک اسلامی رفاہی تنظیموں میں 55 لاکھ مستحق افراد کو امداد پہنچائی۔

قارئین کرام اگر اس تفصیل کو پیش کرنے لگ جاؤں تو بہت سے صفحات مطلوب ہیں آپ تفصیل کیلئے ڈاکٹر ایم اے سلومی کی کتاب کو اردو ترجمہ سے شائع ہو چکی ہے۔ اسکو میڑھ کہتے ہیں۔ مگر نائن الیون کے بعد تمام اسلامی فلاحی تنظیموں کو عالمی امن کیلئے خطرہ سمجھا جانے لگا۔ وطن عزیز پاکستان میں 1990ء کے عشرے میں پانچ سو عرب اسلامی ریلیف ایجنسی کیلئے کام کر رہے تھے۔ مگر 1999ء میں صرف دو رہ گئے۔ 2004ء کے اواخر میں پاکستان میں مصروف عمل آخری عرب ادارہ (قطر چیریٹیز) جو کہ پاکستان اور کشمیر میں کم سے کم ایک لاکھ یتیموں اور محتاجوں کو امداد فراہم کر رہا تھا وہ بھی امریکہ نے بند کر دیا۔

اس سے صرف ایک لاکھ یتیموں اور محتاجوں کی امداد ہی نہیں رکی بلکہ عرب تنظیموں کی بندش کی وجہ سے پانچ لاکھ افغان اور دو لاکھ کشمیری مہاجرین کو ملنے والی امداد بھی منقطع ہو گئی۔ مگر منافقت کے چمپئن اہل کفر کو دیکھیے کہ ایک طرف تمام عرب تنظیموں کو پاکستان میں کام کرنے سے روک دیا گیا مگر عین اسی وقت 3000 نئی مغربی این جی اوز کو پاکستان مین آپریشنل کر دیا گیا۔ **بقیہ ص:4**

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ

کتاب وسنّت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

27

ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم 1436ھ

ستمبر، اکتوبر، نومبر 2015ء

سرپرست

چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ

مہتمم جامعہ ھذا

نگران اعلیٰ

حافظ اسعد محمود سلفی

بیکل

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سمیع سلفی رحمہ اللہ

مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مدیر

مجیب الرحمٰن سیاف

معاون

اعزاز الحق نعیم

مجلس ادارت

الشیخ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ

پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ

الشیخ محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ

الشیخ عثمان اسماعیل سلفی حفظہ اللہ

ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ

فہرس

درس قرآن	شیخ عبدالوحید ساجد	۲
درس حدیث	شیخ محمد مالک بھنڈر	۴
اللہ کی صفات	مولانا رحمت اللہ شاکر	۵
احکام ومسائل	شیخ عبدالوحید ساجد	۱۲
عشرہ ذوالحجہ کے فضائل ومسائل	مولانا یحییٰ طاہر	۱۶
قربانی کے مسائل	مجیب الرحمٰن سیاف	۲۱
یہ مدارس یہ علماء	مولانا عثمان اسماعیل سلفی	۳۱
سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قرآنی صفات	مولانا محمد عظیم حاصل پوری	۴۱
چہرے کا پردہ	مجیب الرحمٰن سیاف	۴۸
تمباکو نوشی مضر صحت	حافظ زبیر خالد مرجالوی	۵۴
آداب ضیافت	مولانا مشتاء سلفی	۵۹
گالی بکنا ایک قبیح جرم	حافظ عثمان خالد مرجالوی	۶۲

خط وکتابت

جامعہ اسلامیہ سلفیہ

(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن موضع بڑانوالہ

0301-5073941 / 055-3846592

زرتعاون ——— 25 روپے

سرکولیشن منیجر

اشعر غسان

0333-8111709

مجلّہ المکرم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے

www.scribd.com/almukarramgrw

Email: mukarram.grw@gmail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

درس قرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حج کے مہینے

شیخ عبدالوحید ساجد (شیخ الجامعہ)

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ

''حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں پھر جو ان میں سے حج فرض کرلے تو حج کہ دوران نہ کوئی شہوانی فعل ہو اور نہ کوئی نافرمانی ہو اور نہ کوئی جھگڑا اور تم نیکی میں جو بھی کرو گے اللہ اسے جان لے گا اور زادراہ لے لو کہ بے شک زادراہ کی سب سے بہتر خوبی (سوال سے) بچنا ہے اور مجھ سے ڈرو اے عقلوں والو'' (سورۃ البقرہ آیت نمبر 197)

حج کے مہینے متعین ومعلوم ہیں کیونکہ یہ ملت ابراہیمی اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت ہیں ہمیشہ سے رائج رہا ہے۔ حدیث میں انکی وضاحت موجود ہے کہ وہ شوال، ذی القعدہ اور ذی الحج کے دس دن ہیں حج کا حرام انہی دنوں میں باندھنا صحیح ہے۔ جو شخص بھی ان مہینوں میں حج کی نیت کرے اس پر احرام کی تعظیم واجب ہے اور اس کی تعظیم وتکریم کا تقاضا یہ ہے محرجماع اور اس کے مقدمات تمام قسم کے گناہ اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے۔ حج بہت ہی اہم عبادت ہے تمام عبادتیں تین قسم کی ہیں (۱) قولی (۲) بدنی (۳) مالی۔ بنیادی ارکان خمسہ میں سے کلمہ شہادت صرف قولی عبادت نماز قولی اور بدنی عبادت روزہ صرف بدنی عبادت زکوۃ صرف مالی عبادت ہے جبکہ حج قولی، بدنی اور مالی عبادات کا مجموعہ ہے۔ حج افضل ترین اعمال میں شامل ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا پوچھا گیا پھر اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے ؟ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا پوچھا گیا پھر کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا حج مبرور (صحیح بخاری 1519) نیز ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا الحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة: ''کہ حج مبرور (جس میں کوئی گناہ یا نافرمانی نہ ہو) کا بدلہ سوائے جنت کہ اور کچھ نہیں: (صحیح بخاری 1773) اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں کتاب وسنت کے مطابق حج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ اداریہ

اب وہی تاریخ دہرائی جانے لگی جو سوڈان میں دہرائی گئی کہ سوڈان کے جنوبی صوبہ (دارفر) میں اسلامی تنظیموں کو نکال کر جب مغربی این جی اوز نے اپنا کام شروع کیا تو دارفر کے وہ مسلمان جو قرآن مجید کو خریدنے کی بجائے اپنے ہاتھ سے لکھنا سعادت سمجھتے تھے۔ مغربی این جی اوز نے ان کو جبراً عیسائی بنانا شروع کر دیا۔ بعینہ اسی طرح ان مغربی این جی اوز جن کو فلاحی تنظیموں کی بجائے Negative Genration Organoizeres کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ انہوں نے پاکستان کو کمزور کرنے کیلئے ہر حربہ استعمال کیا۔ کراچی کے اندر خون کی ہولی ہو یا بلوچستان میں فسادات پاکستان کے عسکری اداروں پر حملے ہو یا مسجدوں اور ریل گاڑیوں کے خودکش حملے ان سب کے پیچھے آپ کو یہی نام نہاد این جی اوز نظر آئیں گی۔

جو کبھی رات کو کراچی کے سمندروں میں انڈیا کی طرف سے آئے ہوئے اسلحہ کے تابوت لا کر کراچی کو لہولہان کرتے ہیں۔ اور کبھی شکیل آفریدی کے روپ میں امریکہ پاکستان کے خلاف اکسا کر ایبٹ آباد آپریشن کرواتے ہیں۔

قارئین کرام! اس وقت جب کہ حالیہ دنوں میں پاکستانی محبّ وطن وزیر داخلہ چوہدری نثار صاحب نے 127 مغربی این جی اوز پر پابندی لگا دی ہے پاک افواج کے جوان ملک دشمن عناصر کے خلاف مسلسل حالت جنگ میں ہیں۔ اور قوم کو ایک مرتبہ پھر 65ء کے جذبے کی ضرورت ہے۔ تو آیئے پاکستان کے استحکام کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔

درس حدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک قربانی

شیخ محمد مالک بھنڈر

((عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا فِيكُمْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعِمُونَ ثُمَّ تَبَاهَى النَّاسُ فَصَارَ كَمَا تَرَى)) ترمذی أضاحی حدیث :1505

''حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں آپ لوگوں میں قربانیا ں کس طرح ہوتی تھیں انہوں نے فرمایا نبیؐ کے زمانہ میں آدمی اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کر دیا کرتا تھا وہ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے بعد میں لوگ فخر کرنے لگے تو وہ حال ہو گیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔''

جن لوگوں کا کھانا مشترک ہو وہ ایک ہی گھر ہے انکی طرف سے ایک بکری یا گائے یا اونٹ کا ایک حصہ قربانی دینا کافی ہے ایک سے زیادہ قربانیاں کرنا جائز ہے لیکن فخر اور مقابلہ بازی کے انداز سے زیادہ جانور یا قیمتی جانور قربان کرنا قربانی کے اصل مقصد کو ختم کر دیتا ہے اس صورت میں کسی کو بھی ثواب نہیں ملتا اور کسی بھی نیکی میں نیت کا صحیح ہونا اور دل کا خلوص لازمی شرط ہے حضرت ابوسریحہ حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میرے گھر والوں نے مجھے غلط کام پر مجبور کر دیا جبکہ مجھے سنت طریقہ معلوم ہے ایک گھر والے ایک بکری یا دو بکریاں ذبح کیا کرتے تھے اب اگر ہم ایک قربانی دیں تو ہمارے ہمسائے ہمیں بخیل کہنے لگتے ہیں۔ سنن ابن ماجه ۔

سلسلہ اصلاح عقائد

الہٰ کی صفات کا بیان

مولانا رحمت اللہ شاکر

توحید اسماء وصفات کا تذکرہ جاری ہے اللہ تعالیٰ کی کئی صفات کا ذکر ہو چکا ہے، توحید کی اس قسم کو تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہے اسماء وصفات میں شرک ہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے، آپ ﷺ کے زمانہ میں شرک کی یہی صورت زیادہ غالب تھی آپ ﷺ نے اس کی خوب تردید فرمائی اور لوگوں کو بتایا، اللہ تعالی ذات کی طرح صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے، اس کے نتیجے میں بت پرستی، قبر پرستی اور شخصیت پرستی کا جنازہ نکل گیا، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں کوئی مزار، اونچی قبر، میلہ غیر اللہ کی نذر ونیاز کا تصور بھی نہیں تھا، تمام لوگ اس آیت پر مکمل یقین رکھتے تھے:

« قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ »»

''اے محمد ﷺ فرمادیں، میری نماز، میری قربانی، میرا زندہ رہنا، میرا فوت ہونا اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم ملا ہے، اور میں (اس حکم کو) سب سے پہلے تسلیم کرنے والا ہوں'' (الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

ہر شخص مصیبت و پریشانی میں اللہ ہی کو پکارتا تھا اور عبادت کے معاملے میں راہبر وراہنما نبی کریم ﷺ کو مانتا تھا جس کے نتیجہ میں بدعت وتقلید نام کا تصور تک نہیں تھا۔ توحید اسماء وصفات میں شرک کے نتیجے میں موجودہ صورت حال پیدا ہوئی، جس میں خالق کی صفات مخلوق میں بانٹیں جارہی ہیں، اللہ کے خوف کی جگہ مخلوق کے ڈر نے لے لی۔ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی طرح شجر وحجر، مزار وبت، زندہ ومردہ (فوت شدگان) سے ڈرنے اور حاجتیں مانگنے لگے، زندہ جاوید خالق کو بھلا دیا، صرف ایک اللہ سے مانگنے، دعا کرنے، صرف اسی کو مشکل کشا وحاجت روا ماننے والوں پر گستاخی

وبے ادبی کے فتوے لگانے شروع کر دیے، صرف ایک اللہ سے مانگنا، صرف ایک اللہ کو پوجنا گمراہی قرار دے دیا بلکہ ایسا کرنے والے کو ڈائریکٹ شیطان ہی کہہ دیا کہ وہ (نعوذ باللہ) اللہ، اللہ کرتے گمراہ ہوا تھا حالانکہ ان بیچاروں کو علم نہیں کہ ابلیس کو جو عزت وشرف ملا، فرشتوں کا ساتھ ملا وہ اسی برکت سے تھا، اللہ کو جب تک مانتا رہا اور اللہ تعالی کی فرماں برداری کرتا رہا معزز ٹھرانا فرمانی کے نتیجے میں راندہ درگاہ ہوا۔

اس سے یہ بات سمجھ آئی کہ اللہ تعالی کو ایک بھی ماننا ہے، اور اللہ تعالی کی بات بھی ماننی ہے، جیسا کہ انبیاء واولیاء (صحابہ وتابعین) کا طریقہ ہے۔

ہمارا مقصد بھی امت مسلمہ کو بھولا ہوا سبق یاد کروانا ہے، اسی لیے توحید کی اس قسم کو مقدم ومفصل بیان کرنے کا پروگرام ہے اللہ تعالی ہمارا حامی وناصر ہو۔

«إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيب» (هود:٨٨)

میرا مقصد اپنی استطاعت کے مطابق اصلاح ہے، اور (یہ کام) اللہ کی توفیق کے بغیر ناممکن ہے، اللہ ہی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں''

صفات باری تعالیٰ

صفات کی اقسام

۱۔صفات ذاتیہ: اس سے مراد دونوں ہاتھ، چہرہ، دونوں آنکھیں اور انگلیاں۔

صفات معنویہ: اس سے مراد علم، قدرت، حیات (زندگی)، ارادہ۔

۳۔صفات فعلیہ: اس سے مراد نزول (آسمان دنیا پر آنا)، استواء (عرش پر مستوی ہونا)، تخلیق، رزق دینا

اللہ تعالی کا ارشاد ہے

«وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا» (الاعراف:۸۰)

''اللہ تعالی کے اچھے اچھے نام ہیں،ان کے ذریعے سے (اللہ سے) مانگو''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی اپنے بندوں کو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ میرے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرو اور ان کے ذریعے سے میری تعریف کرو،اور ان (اسماء وصفات کے تقاضے) کے مطابق مجھ سے دعا کرو۔

دعا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ **دعاء المسئلہ**: یعنی سوال کرنا،کسی چیز کا مطالبہ کرنا مثلا اللہ! مجھے رزق عطا فرما۔

۲۔ **دعاء الثناء**: یعنی تعریف وثنا کرنا،جیسے سبحان اللہ (اللہ پاک ہے)

۳۔ **دعاء التعبد**: یعنی حالت عبادت میں دعا کرنا،جیسے رکوع،سجدہ وغیرہ

اللہ تعالی کے اسماء وصفات کے ساتھ متصف ہونے کا عقیدہ رکھنا عبادت ہے اور ان کے معانی کی حقیقت کا دل میں یقین رکھنا اور ان کے احکام ومقتضیات کو اس طریقے سے سمجھنا جس سے صحیح فکر اور صراط مستقیم حاصل ہو یہ بھی عبادت ہے۔اہل سنت اللہ تعالی کے تمام اسماء وصفات اور ان کے معانی اور ان پر مرتب ہونے والے احکام کو تسلیم کرتے ہیں،جب کہ اہل باطل ان کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالی کے اسماء وصفات پر یقین رکھنے والوں کے لیے مندرجہ ذیل چیزوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔اس بات پر ایمان کہ یہ نام اللہ تعالی کے لیے ثابت ہے۔

۲۔اس نام میں پائی جانے والی صفت کو تسلیم کرنا۔

۳۔اس نام میں پائے جانے والے احکام ومقتضیات کو تسلیم کرنا۔

السمیع:

اللہ تعالی کے اسمائے حسنی میں سے ہیاس کے متعلق یہ ایمان ضروری ہے

۱۔اللہ تعالی کے (علم)اسم کے طور پر اس کو ماننا۔

۲۔سمع (سماعت)اللہ تعالی کی صفت ہے۔

۳۔اس بات پر ایمان لانا،اللہ تعالی ہر مخفی بات اور سرگوشی کو سنتا ہے۔

۴۔اس صفت کے تقاضے اور اثر کو قبول کرنا،اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالی کی خشیت،مراقبہ (یہ تصور کہ اللہ تعالی مجھے ہر وقت اور ہر جگہ دیکھ رہا ہے)،خوف،اور اللہ تعالی سے حیا کرے۔

یہی وہ درس ہے جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور اسی مقصد کی طرف توجہ مبذول کروانا مقصود ہے،اسی بات کی طرف علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ کا قول

««كل اسم من أسمائه عز وجل له تعبد مختص به علمًا ومعرفةً وحالاً »»

اللہ تعالی کے اسماء کا علم،معرفت،اس کی تاثیر کا یقین ایسی عبادت ہے جو اسی کے ساتھ خاص ہے۔

علمًا و معرفةً کا مطلب یہ ہے،جو شخص یہ جان لے کہ یہ واقعی اللہ تعالی کا اسم مبارک ہے،اور اس نام میں پائی جانے والی صفت کے تقاضے کو تسلیم کر لینا عبادت ہے۔

حالا: کا مطلب یہ ہے،انسان کا یہ نظریہ ہو کہ اللہ تعالی کا ہر نام ایک خاص مدلول پر دلالت کرتا ہے، اس کی دلوں میں ایک خاص تاثیر ہے،جب دل اس اسم کے معنی اور اس کی تاثیر کا ادراک وشعور پاتا ہے تو یہ معرفت اس کی فکر اور سوچ پر اثر انداز ہوتی ہے۔

مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين ۱/ ۴۲

اسی طرح صفات باری کے متعلق یہ نظریہ بنانا ضروری ہے اور ان کے معانی واحکام پر ایمان لانا لازم ہے۔یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے،جب کہ معطلہ نے صفات کے اپنے معانی پر دلالت کا انکار کیا ان میں تحریف وتبدیلی کر ڈالی۔

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے، جو شخص اللہ کی صفات پر ایمان رکھتا اور ان کو تسلیم کرتا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ ان کو صفات کمال اور اللہ تعالی کی حقیقی صفات مانے، اور مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھے۔

۱۔صفت کو اللہ تعالی کے لیے ثابت ماننا اور نفی وانکار سے گریز کرنا

۲۔اللہ تعالی کی صفات کی طرح اسماء کا احترام کرے، اللہ تعالی کے مخصوص نام کو کسی مخلوق کے لیے استعمال نہ کرے اور نہ ہی اسے تبدیل کرے،

۳۔اللہ تعالی کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ قرار نہ دے، اللہ تعالی کا فرمان ہے

«لیس کمثله شئی»» (الشوری :۱۱)

''اللہ تعالیٰ کے مشابہ کوئی چیز نہیں''

نہ ذات میں، نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔

۴۔صفات باری کی حقیقت وکیفیت جاننے کی کوشش نہ کرے، کیونکہ عقل اس کام سے عاجز ہے۔اللہ کی حقیقت کو اس کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔اہل سنت کے قول ''بلا کیف'' کا یہی مطلب ہے ،لہذا جس کی ذات کی کیفیت کا علم نہ ہو سکے اس کی صفات کی کیفیت کا علم کیسے ممکن ہے۔ذات وصفات کی حقیقت سے عدم واقفیت سے ایمان میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، کیفیت کا علم ایک زائد چیز ہے۔

اللہ تعالی کے متعلق اس عقیدے (اللہ ہی خالق، رازق، موت وحیات کا مالک ہے) کے نتیجے میں انسان میں توکل پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالی کی عزت وجلال کے عقیدہ کے صلہ میں انسان کے دل میں خشوع وخضوع، عاجزی اور محبت پیدا ہوتی ہے۔

تنبیہ

ایک بات یہ بھی سمجھنے والی ہے کہ کچھ صفات ظاہرا خالق و مخلوق میں مشترک پائی جاتی ہیں، مثلاً سمع وبصر علم و قدرت وغیرہ ان کے متعلق قانون یہ ہے

جب سمع وبصر کا استعمال بندوں کے لیے ہوگا تو یہ مخلوق کے ساتھ خاص ہوں گی، اللہ تعالی کی ذات

اس میں شریک نہیں ہوگی مثلا اللہ تعالی کا فرمان ہے:

«إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا» (الدھر:۲)

''ہم نے انسان کو (مرد وعورت کے) مخلوط نطفے سے پیدا کیا ہم اسے آزماتے ہیں، ہم نے اسے سمیع وبصیر بنادیا''

یہاں سمع و بصر مخلوق کے لیے ہے، ان کی سماعت ان کے اعتبار سے ہے، ایک محدود فاصلے تک سن سکتے ہیں، سویا سن نہیں سکتا جب سو گیا صفت سمع جواب دے گئی، جب بیدار ہوگا تو سنے گا ورنہ سن نہیں سکتا، اس بات کو تو سارے بلا اختلاف تسلیم کرتے ہیں، مگر یہی انسان جب فوت ہوجاتا ہے اور اسے قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے، تو اختلاف شروع ہوجاتا ہے یہ سنتا اور دیکھتا ہے یا نہیں۔ ایک گروہ کا نظریہ ہے کہ وہ نہیں سنتا، ان کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

۱۔ «وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ» (فاطر:۲۲)

''زندہ ومردہ برابر نہیں، اللہ تعالی جسے چاہتا ہے سنا دیتا ہے، آپ قبروں والوں کو نہیں سنا سکتے

۲۔ «أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ» (النحل:۲۱)

''وہ مردہ ہیں، زندہ نہیں، اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں کب اٹھائے جائیں گے''

یہی بات قرآن وسنت کی روشنی میں درست ہے۔

دوسرا فریق کہتا ہے کہ وہ سنتا اور دیکھتا بھی ہے، یہ بے چارے توحید اسماء وصفات سے ناواقف ہیں اسی وجہ سے ایسا نظریہ اپناتے ہیں۔

اسی طرح دیکھنے کا معاملہ ہے، سویا دیکھ بھی نہیں سکتا چاہے آنکھیں ہوں جیسے اصحاب کہف کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ سوئے ہوئے تھے۔

پھر یہی انسان کھلی آنکھوں سے بیداری کی حالت میں اللہ کے حکم کا پابند ہے، جن، اور فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتا، اور قبر پر کھڑا زندہ سلامت اپنے کانوں سے باقی سب کچھ سننے کے باوجود عذاب قبر نہیں سن

سکتا کیونکہ اس کی سمع وبصر اللہ کے حکم کی پابند ہے۔

جب سمع وبصر اللہ تعالی کے لیے استعمال ہو تو مخلوق اس میں شامل نہیں اس میں کوئی مشابہت والی صورت نہیں۔بس ''کما یلیق بجلالہ ﷻ'' اس کی شان کے لائق ہے۔جب کہ اللہ ہر وقت ہر چیز کو دیکھتا اور ہر ایک کی ہر وقت سنتا اور قبول کرتا ہے۔

«« لا تاخذہ سنۃ و لا نوم »»

''اسے (اللہ کو) اونگھ اور نیند نہیں آتی'' (البقرہ: ۲۵۵)

اللہ تعالی اس کی بھی سنتا ہے جس کی زبان ہے اور جس کی زبان نہیں (گونگا ہے) اس کی بھی سنتا ہے، اور جس کی زبان نہیں بلکہ بے جان ہے اس کی بھی سنتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا

''ساتوں آسمان، سات زمینیں، ان میں رہنے والی تمام مخلوق اور ہر ہر چیز (جاندار ہو یا بے جان) اللہ تعالی کی حمد وثنا کرتے ہیں، لیکن تم ان کی ثنا کو نہیں سمجھ سکتے بے شک اللہ تعالی حلیم وبردبار ہے۔'' (الاسراء: ٤٤)

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالی کی حمد وثنا کرتا ہے اللہ تعالی ہر ایک کی تعریف وثنا کو سنتا ہے، اس میں پہاڑ، شجر، چاند، سورج، ذرات، حشرات الارض جانور وغیرہ سب شامل ہیں۔اللہ ہی واحد ذات ہے جو ایسی سمع وبصر کا مالک ہے ،اس طرح کی سمع و بصر مخلوق میں ماننا واضح شرک ہے، توحید اسماء وصفات کی معرفت ہی اس گمراہی سے نجات کا حل ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

پھر رہی ہے ہوس کی بلا بے نقاب

اوڑھ لے ہر مسلمان بیٹی حجاب

مسلم عورت کی پردے سے توقیر ہے

بے حیائی سے بچنے کی تدبیر ہے

احکام ومسائل

شیخ عبدالوحید ساجد

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

سوال :۱ ..... آیت وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَاَنْصِتُوْا کیا قراءۃ فاتحہ سے منع کیلئے ہے؟ اور نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا کیا ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں تفصیل سے رہنمائی فرمائیں۔

جواب :..... قرآن مجید کی آیت وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَاَنْصِتُوْا: میں غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے: خاموش اور چپ رہنے میں کوئی نزاع نہیں سب کہتے اور مانتے ہیں جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو آواز نہ نکالو۔ اختلاف تو پڑھنے اور نہ پڑھنے میں ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھو، کچھ کہتے ہیں کہ نہ پڑھو جو پڑھنے کے قائل ہیں وہ درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

۱ ..... عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

''نہیں نماز اس کی جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی'' (صحیح بخاری)

۲ ..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى الصَّلٰوةَ لَمْ يَقْرَءْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَقِيْلَ لِاَبِي هُرَيْرَةَ اِنَّا نَكُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ فَقَالَ اِقْرَءْ بِهَا فِي نَفْسِكَ:

''جو کوئی نماز پڑھے کہ اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو وہ ناقص ہے تین مرتبہ فرمایا غیر مکمل ہے۔ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوں تو؟ فرمایا کہ اس کو اپنے نفس میں

(یعنی منہ میں آہستہ آواز سے) پڑھو۔" (مسلم ۸۷۸=۳۸=۳۹۰)

۳.....حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصُّبْحَ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَتَقْرَءُوْنَ وَرَاءَ اِمَامِكُمْ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِيْ وَاللّٰهِ قَالَ لَاتَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَاِنَّهُ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَءْ بِهَا :

"ایک دفعہ آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو آپ قراءت گراں ہوگئی پھر جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا میں تم کو امام کے پیچھے قراءت کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو ہم نے کہا جی ہاں اللہ کی قسم تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو سوائے ام القرآن کے کیونکہ اس کی کوئی نماز نہیں جو اسے نہیں پڑھتا۔" (ترمذی 311)

ابھی ذکر کردہ آیت تو اس میں چپ رہنے کا حکم ہے اور اس میں نہ پڑھنے کی بات یا حکم کوئی نہیں آپ کوئی باترجمہ قرآن اٹھا کر دیکھے تو سب یہی ترجمہ کرتے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو (بریکٹ میں اپنے طرف سے کوئی صاحب نہ پڑھو لکھ دیں تو یہ آیت کا ترجمہ نہیں)

آہستہ پڑھنا خاموش رہنے کہ منافی نہیں

قرآن مجید کی اس آیت میں سننے اور چپ رہنے کا حکم ہے اور یہ سننا خاموش رہنا آہستہ بلا آواز پڑھنے کے خلاف ومنافی نہیں دلیل اسکی حضرت ابوھریرہ کی روایت ہے فرمایا :

بِاَبِيْ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَا تَقُوْلُ؟ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ..... الحدیث اے اللہ کے رسول ﷺ "میرے ماں باپ قربان تکبیر تحریمہ اور قراءت شروع کرنے کے درمیان آپ خاموش رہتے ہیں اس خاموشی کے اندر آپ کیا پڑھتے ہیں؟ فرمایا میں کہتا (پڑھتا) ہوں" اللھم باعد بین الخ۔

ذرہ غور سے ابوھریرہ کا سوال سمجھیں کہ وہ کیا سوال کر رہے ہیں خود ہی کہہ رہے ہیں خاموش رہتے ہیں

اور خود ہی کہتے ہیں کہ اس خاموشی میں کیا پڑھتے ہیں؟ اگر چپ رہنے کا مطلب نہ پڑھنا ہوتا تو ابوھریرہ کا سوال بنتا ہی نہیں نبی ﷺ کہہ دیتے کہ ابوھریرہ ایک طرف کہتے ہو کہ خاموش رہتے ہو اور ایک طرف کہتے ہو کہ اس میں کیا پڑھتے ہیں لیکن آپؐ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ اس کے برعکس فرمایا اس خاموشی میں (اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِی وَ بَیْنَ) پڑھتا ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آہستہ بلا آواز پڑھنا سکوت وانصات کے منافی نہیں دونوں چیزیں اکٹھی ہوسکتی ہیں خاموش بھی ہو اور قراءت بھی کرے اس لئے یہ آیت قراءت فاتحہ خلف امام سے منع نہیں کرتی۔

ثانیاً: اگر کوئی صاحب بضد اصرار کریں کہ فاتحہ خلف امام پڑھنے سے استماع اور انصات پر عمل نہیں ہوتا تو جواباً عرض کریں گے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا استماع اور انصات والے حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ لاَصَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ''نہیں نماز اس کی جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی'' اور لَاتَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآن فَاِنَّہٗ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِھَا ''نہ پڑھو سوائے ام القرآن کے کیونکہ اس کی کوئی نماز نہیں جو اسے نہیں پڑھتا''۔

ثالثاً: خود علماء احناف اس آیت وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا سے بعض امور کو مستثنیٰ تسلیم کرتے ہیں مثلاً مسبوق کیلئے ثناء کا پڑھنا، امام کی قراءت کے دران تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں شامل وداخل ہونا، امام سے قراءت میں غلطی ہو جائے تو مقتدی کا لقمہ دینا، خطبہ جمعہ کے دران آہستہ درود سلام پڑھنا، نیز احناف کی مساجد میں جماعت کے ہوتے ہوئے صفوں کے پیچھے فجر کی سنتیں پڑھنا جس کا نظارہ ہر خاص وعام کرسکتا ہے اور بعینہ اسی طرح سورہ فاتحہ کی قراءت کو بھی استماع و انصات کے عمومی حکم سے مستثنیٰ تسلیم کرلیں۔ سورہ فاتحہ نماز کا رکن ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے لاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب ''نہیں نماز اس کی جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی'' (صحیح بخاری)۔

سوال :۲..... قربانی کے کتنے دن ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

جواب :..... قربانی کے چار دن ہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ایام التشریق ذبح: کہ ایام تشریق ذبح کے دن ہیں (دارقطنی وسلسلہ صحیحہ: ۲۴۷۶) اور یہ معلوم ہے کہ ایام تشریق یوم النحر کے

بعد تین دن ہیں گیارہ، بارہ اور تیرہ ان تین دنو میں جب یوم النحر کو شامل کیا جائے تو چار دن ہی بنتے ہیں۔

سوال :۳..... ایک سفر میں ایک سے زائد عمرے کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے رہنمائی فرمائیں۔

جواب :..... ایک سفر میں ایک زائد عمرے کیے جاسکتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا : کہ عمرہ ان تمام گناہوں کا کفارہ جو موجودہ اور گزشتہ عمرے کے درمیان سرزد ہوئے ہوں (بخاری ومسلم) یہ حدیث عام ہے مکہ میں مقیموں اور مسافروں دونوں کو شامل ہے آپ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق دونوں عمروں کے درمیان کا وقفہ کفارہ بنتا ہے وقفہ تھوڑا ہو یا زیادہ سفر ایک میں ہوں یا متعدد کرنے والے مقیم ہوں یا مسافر اس حدیث کو دو سفروں میں دو عمروں کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل قرآن وسنت میں نہیں۔ اگر کوئی صاحب کہہ کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل ایک سفر میں ایک عمرہ کرنا ہے تو زیادہ عمروں کی ممانعت کے لئے یہ استدلال درست نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ عمر بھر چار عمروں سے زیادہ عمرے درست نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا عمل عمر بھر میں بعد از ہجرت چار عمرے کرنا ہی ہے۔

سوال :٤..... کیا ایک گائے یا اونٹ میں سات یا دس کی بجائے پانچ یا آٹھ افراد شریک ہو سکتے ہیں رہنمائی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جواب :..... گائے اکیلا کرے یا سات یا اس سے کم مل کر کرلیں درست ہے ایسے ہی اونٹ ہوسکتا ہے لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰ ى مِنْكُمْ.

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

خَلِّ الذُّنُوْبَ صَغِيْرَ هَا وَكَبِيْرَ هَا ذَاكَ التُقٰى.....!

وَاصْنَعْ كَمَاشٍ فَوْقَ..! أَرْضِ الشَّوْكِ يَحْذُرُ مَايَرَى

لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيْرَةً....! اِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصٰى....!

عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت ومسائل

مولانا یحییٰ طاہر (مسؤل مکتب جامعہ ھذا)

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ الفجر:(۱-۳)

''قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والفجر ولیال سے مراد اضحیٰ (ذوالحجہ) کے دس دن ہیں۔ وتر سے مراد یوم عرفہ اور الشفع سے مراد یوم النحر ہے۔

السنن الکبریٰ للنسائی:۲/ ٤٤٥ (٤٠٨٠)

ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کے عمل کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ))

''کوئی عمل ان دس دنوں کے عمل سے افضل اور اللہ کو محبوب نہیں''

صحابہ نے عرض کیا کہ: جہاد بھی نہیں.....؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ: جہاد بھی نہیں ہاں، مگر وہ آدمی جو اپنا مال اور جان لے کر اللہ کے راستے میں نکلا اور سب کچھ لٹا دیا۔

ترمذی، الصوم، باب ما جاء فی العمل فی الأیام العشر (۷۵۷)

ذوالحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزے رکھنا

روزہ نیک اعمال میں سے ایک نیک عمل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عشرہ میں نیک عمل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ کے (پہلے) نو دنوں، یوم عاشورا اور ہر مہینے

تین دن (چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ) اور ہر ماہ کے سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔
سنن النسائی (۲۳۷۲)

یوم عرفہ کی فضیلت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ کے سوا کوئی اور دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ اس کثرت سے بندوں کو (جہنم کی) آگ سے آزاد کرتا ہو۔ اس روز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بہت قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے ان (حاجیوں) کی وجہ سے فخر کرتا اور فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ (یعنی اپنی دنیاوی ضروریات کے باوجود مجھ سے صرف اپنی بخشش کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔'' (صحیح مسلم :۱۳٤۸)

دین حنیف کی تکمیل عرفہ کے دن

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی شخص نے ان سے کہا

((يَا أَمِيرَ الْمُؤمِنِينَ آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَؤُونَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا))

''اے امیر المومنین! تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو اگر ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اسکے یوم نزول کو عید بنا لیتے''

انہوں نے دریافت کیا: کون سی آیت...؟ اس نے کہا۔

((الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا))

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ))

''جس دن اور جس جگہ نبی کریم ﷺ پر وہ (آیت) نازل ہوئی ہم اس سے آگاہ ہیں۔ جمعہ کا دن تھا اور آپ ﷺ عرفات میں کھڑے تھے''

صحيح بخاری، الايمان، باب زيادة الايمان ونقصانه(٤٥)

یوم عرفہ (نو ذوالحجہ) کا روزہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ ؟ فَقَالَ((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ))

''رسول اللہ ﷺ سے یوم عرفہ (نو ذوالحجہ) کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ دور کر دیتا ہے''

صحيح مسلم، الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة . . . .(١٩٧)(١١٦٢)

عرفہ کا روزہ کب رکھا جائے

محدث العصر حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان قمری تاریخ کا فرق ہے، کبھی ایک یوم اور کبھی دو یوم۔ معلوم ہے کہ بڑی عید اور چھوٹی عید پاکستان کی تاریخ کے مطابق منائی جاتی ہیں، اسی طرح رمضان المبارک کا آغاز بھی ملکی تاریخ کے موافق ہوتا ہے ان تینوں امور میں اپنی ملکی تاریخ کو ہی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے جو اس کے دلائل ہیں وہی ۹ ذوالحجہ پر بھی صادق آتے ہیں لہذا ۹ ذوالحجہ میں بھی اپنے ملک کی ہی قمری تاریخ معتبر ہوگی۔

کریب رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام سے مروی ہے کہ ام فضل رضی اللہ عنہا عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام بھیجا۔ کریب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے شام آ کر ان کا کام کیا۔ میں ابھی شام ہی تھا کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ میں نے بھی جمعہ کی رات چاند دیکھا، پھر میں رمضان کے

آخر میں (مدینہ) واپس آ گیا۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے سے چاند کے بارے میں پوچھا تم نے (وہاں) چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا ہم نے جمعہ کی رات دیکھا تھا۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پھر پوچھا کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا: ہاں۔بہت سے دوسرے آدمیوں نے بھی دیکھا تھا اور سب لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (اگلے دن ہفتے کا) روزہ رکھا۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ہم نے چاند (ایک دن کے فرق سے) ہفتہ کو دیکھا تھا ہم اسی حساب سے روزہ رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تیس پورے کرلیں۔کریب رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت اور ان کے روزے کو کافی نہیں سمجھتے۔فرمایا: نہیں، ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔ مختصر صحیح مسلم للالبانی:(۵۷۸)، ابوداود، نسائی

نوٹ: اس حدیث سے پتہ چلا کہ ہر علاقے کا علاقائی طور پر چاند کا نظر آنا اور دیکھنا معتبر ہوگا۔روزہ میں.....عیدین میں.....یوم عاشوراء میں.....یوم عرفہ میں اور دوسرے تمام شرعی احکامات میں اپنے علاقہ کی رؤیت ہی معتبر ہوگی۔ احکام و مسائل نورپوری:۲/ ۴۱۹

شیخ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''ہم نے اپنے حساب سے نو ذوالحجہ کا روزہ رکھنا ہے اس سلسلہ میں ہم سرزمین مقدس کا حساب نہیں رکھیں گے کیونکہ سعودیہ سے مشرق والے ایک یا دو دن پیچھے ہیں اگر وہاں ۱۵ ذوالحجہ ہے تو ہمارے ہاں تیرہ یا چودہ ذوالحجہ ہوگی اور سعودیہ سے مغربی علاقے ایک یا دو دن آگے ہیں اگر سعودیہ میں ۱۵ ذوالحجہ ہے تو وہاں سولہ یا سترہ ذوالحجہ ہوگی ہے۔اگر ذوالحجہ کی نویں تاریخ کے

روزے کو سعودیہ کے حساب سے رکھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے جو علاقے سعودیہ سے ایک دن یا دو دن آگے ہیں وہاں سعودیہ کی نویں تاریخ دس یا گیارہ ذوالحجہ ہوگی، یعنی وہاں عید ہوگی اور عید کا روزہ رکھنا شرعاً ممنوع ہے۔اسی لیے ہم نے اپنے حساب سے نویں ذوالحجہ کا روزہ رکھنا ہے۔ہم اس سلسلہ میں قطعی طور پر سعودیہ کے پابند نہیں۔'' فتاوی اصحاب الحدیث :۲/ ۲۴۵

عشرہ ذوالحجہ میں تکبیرات کہنا

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ﴾ (الحج:۲۸)

''وہ لوگ معلوم دنوں میں اللہ کا ذکر کریں۔''

اس عشرہ کے شروع ہونے سے لے کر ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳) کے آخری دن کے غروب آفتاب تک حاجیوں اور غیر حاجیوں کو اللہ کا ذکر ہر وقت کرتے رہنا چاہیے۔ صحابہ کرام ان دس دنوں میں تکبیر کہتے ہوئے بازار نکلتے اور عام لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہنا شروع کر دیتے۔ فتح الباری (۲/ ۵۳۱)

تکبیرات کے الفاظ یہ ہیں:

۱۔ أَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

۲۔ أَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا، أَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا، أَللّٰهُ أَكْبَرُ وَأَجَلُّ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

المصنف، الصلوات (۲/ ۱۶۷، ۱۶۸) صحیح

میرے پسندیدہ اشعار

ہند میں حکمتِ دیں کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذّتِ کردار، نہ افکارِ عمیق

حلقہ شوق میں وہ جراتِ اندیشہ کہاں
آہ محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق

خود بدلتے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق!

عبداللہ طاہر گوجرانوالہ

قربانی کے مسائل

مجیب الرحمٰن سیاف

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ﴾(الحج:٣٤)

''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کی جگہ مقرر کی تا کہ جو مویشی (جانور) اللہ نے ان کو دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں (یعنی اللہ کے نام پر ذبح کریں)۔''

قربانی کی فرضیت

ہر صاحب استطاعت کے لیے قربانی کرنا ضروری ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا))

''جس کے پاس قربانی کرنے کی استطاعت ہو اور پھر بھی وہ قربانی نہیں کرتا تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہی نہ آئے۔''

سنن الدارقطنی ، الأشربة وغيرها ، باب الصيد والذبائح والأطعمة وغير ذلك (٤١٦٩)

قربانی کرنے والا بال اور ناخن نہ کاٹے

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحَجَّةِ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ))

''جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھے تو وہ اپنے بال

اور ناخن نہ کاٹے۔''

صحیح مسلم، الأضاحی، باب نهی من دخل علیه عشر ذی الحجة..... (۱۹۷۷)

البتہ جس کی قربانی نہیں اس پر ایسی کوئی پابندی نہیں لیکن اگر وہ ان دنوں بالوں اور ناخنوں کو تراشنے سے رکا رہے اور قربانی کے دن کاٹے تو اسے قربانی کا ثواب مل جائے گا، جیسا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ: میرے پاس ایک لوری (دودھ دینے والا جانور) کے سوا قربانی کا کوئی جانور نہیں ہے، کیا میں اسکی قربانی دے لوں۔؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''نہیں! لیکن (اس دن) تم اپنے بال اور ناخن تراش لینا اور اپنی مونچھیں کاٹنا اور شرمگاہ کے بال مونڈ دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ تیری قربانی ہو جائے گی۔''

ابو داؤد، الضحایا، باب ماجآء فی ایجاب الأضاحی (۲۷۸۹) وابن حبان (۱۰٤۳) حسن لشواهده

کن کن جانوروں کی قربانی کرنا جائز ہے؟

باجماع مسلمین ۸ ہیں: بکرا، بکری، بھیڑ (نر اور مادہ) اونٹ (نر اور مادہ) اور گائے، بیل' کیونکہ اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے:

((وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (الحج:٣٤)

''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی تا کہ جو مویشی جانور اللہ نے ان کو دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں۔''

کن کن جانوروں کی قربانی کرنا ناجائز ہے؟

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا: قربانی میں چار قسم کے جانور جائز نہیں:

((الْعَوْرَاء بَيِّنٌ عَوَرُهَا وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا

وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تُنْقِيْ))

۱.....کانا (بھینگا) جانور، جس کا کانا پن واضح ہو۔۲..... بیمار، جس کی بیماری واضح ہو۔۳.....لنگڑا، جس کا لنگڑا پن واضح ہو۔۴.....نہایت لاغر جانور، جس کے اندر گودا نہ ہو۔

سنن ابو داؤد، الضحايا باب ما يكره من الضحايا(۲۸۰۲)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ:

((أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ))

''ہم (جانور) کی آنکھیں اور کان اچھی طرح دیکھیں''

سنن أبی داود، الضحايا، باب ما يكره من الضحايا (۲۸۰٤)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((نَهَى رَسُولُ اللَّه صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يُضَحَّى بِأَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کان کٹے اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔''

الترمذی، الأضاحی، باب فی الضحية بعضباء القرن والأذن(۱۵۰٤)

وہ جانور جس کا کان آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔ ارواء الغليل (٤/ ۳٦۱)

یہ چند عیوب ہیں جن کی بناء پر جانور قربانی کے لیے ذبح نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب یہ عیوب مزید بڑھ جائیں مثلاً جانور مکمل اندھا ہو جائے یا لولا ہو یا چلنے پھرنے سے عاجز ہو تو ان صورتوں میں بطریق اولیٰ قربانی جائز نہیں ہے۔ اور یہ عیوب جانور میں خریدنے سے قبل موجود ہوں یا قربانی والے دن قربانی کرنے سے چند لمحے پہلے پیدا ہو جائیں دونوں صورتوں میں قربانی جائز نہیں۔

خصی اور غیر خصی جانور کی قربانی

خصی اور غیر خصی دونوں طرح کے جانوروں کی قربانی کرنا درست اور سنت سے ثابت ہے۔

خصی جانور کی قربانی کی دلیل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِكَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ عَظِيْمَيْنِ مَوْجُوْءَيْنِ فَاَضْجَعَ أَحَدَهُمَا وَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ مَنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيْدِ وَشَهِدَ لِيْ بِالْبَلَاغِ))

''رسول اللہ ﷺ کے پاس دو سینگوں والے، چت کبرے، بڑے بڑے خصی مینڈھے لائے گئے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے ایک کو بچھاڑا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نام سے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، محمد اور ان کی امت کی طرف سے جنہوں نے تیری توحید کی گواہی دی اور میرے پیغام کو پہنچانے کی گواہی دی۔''

مجمع الزوائد (٤/ ٢٧) حسن

غیر خصی جانور کی قربانی کرنے کی دلیل

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُضَحِّي بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيلٍ يَنْظُرُ فِي سَوَادٍ وَيَأْكُلُ فِي سَوَادٍ وَيَمْشِي فِي سَوَادٍ))

''رسول اللہ ﷺ سینگوں والے، غیر خصی مینڈھے کی قربانی کیا کرتے تھے۔ اور اس کی آنکھیں، منہ اور ہاتھ پاؤں سیاہ ہوتے تھے۔''

ابوداؤد، الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا (٢٧٩٣) صحيح

قربانی کے جانور کی عمر کتنی ہو

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ))

''تم صرف اور صرف مُسِنَّة ہی ذبح کرو لیکن اگر تمھیں دشواری پیش آئے تو ضان (بھیڑ، چھترا، دنبہ) جَذَعَة (ایک سالہ) ذبح کرلو۔''

صحيح مسلم ، الأضاحى ، باب سن الأضحية(١٩٦٣)

لہٰذا اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ قربانی مُسِنَّة جانور ہی کی کرنی چاہیے اور اگر دشواری ہو تو پھر بھیڑ کی جنس سے جَذَعَة کرنے کی اجازت ہے۔

مُسِنَّة کیا ہے۔؟

جب جانور کے دودھ کے دانت دوسرے نئے دانت نکلنے کی وجہ سے گر جائیں تو وہ مُسِنَّة کہلاتا ہے۔ المصباح المنير (١/ ٢٩٢)، لسان العرب (١٣/ ٢٢٢)

جَذَعَة کیا ہے۔؟

بھیڑ (دنبہ، چھترا) کے دو دانت سے کم عمر والے جس بچے (جذع) کو بطور قربانی کرنے کی رخصت ہے۔ صحیح ترین قول کے مطابق جب ایک سال مکمل کر لے تو جَذَعَة کہلاتی ہے۔

لسان العرب (٨/ ٤٤)، القاموس المحيط (١/ ٩١٥)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((ثُمَّ الْجَذَعُ مَا اسْتَكْمَلَ سَنَةً عَلٰى اَصَحِّ الْأَوْجُهِ))

''جذع کی عمر کے بارے میں سب سے زیادہ درست بات یہ ہے کہ اس کی عمر ایک سال پوری ہو چکی ہو۔ المجموع (٨/ ٢٩٣)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک سال عمر کی ترجیح دی ہے۔ فتح الباری (١٠/ ٥)

قربانی کے جانور میں شرکت

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ والے سال اونٹ اور گائے کی سات سات آدمیوں کی طرف سے قربانی دی۔''

مسلم ، الحج ، باب الاشتراك فى الهدى وإجزاء البقرة . . . (١٣١٨)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" :

((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْجَزُورِ عَشَرَةً))

''ہم نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ کا دن آ گیا تو ہم سات سات افراد گائے کی قربانی میں اور اونٹ کی قربانی میں دس دس افراد شریک ہوئے۔''

ترمذی ، الحج ، باب ما جاء فی الاشتراك فی البدنة والبقرة(٩٠٥)

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُضَحِّيْ بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيْعِ اَهْلِهٖ))

''رسول اللہ ﷺ اپنے سارے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرتے تھے۔''

مستدرك حاكم (٤/ ٢٢٩) صحيح

سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ خود بھی اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک ہی بکری قربانی دیتے تھے۔

صحيح بخاری ، الأحكام ، باب بيعة الصغير (٧٢١٠)

قربانی کا جانور خود ذبح کرنا افضل ہے

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَحَرَ سَبْعَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ))

''نبی کریم ﷺ نے کھڑے سات اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور مدینہ میں دو عدد سینگوں والے مینڈھے ذبح کیے۔''

سنن أبی داود ، الضحايا ، باب ما يستحب من الضحايا(٢٧٩٣)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ نے سو (١٠٠) قربانیاں دیں۔ جن میں سے تریسٹھ قربانیاں آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے ذبح کیں اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کا حکم دیا کہ میری طرف سے ان کو ذبح کرو۔

مسلم ، الحج ، باب حجة النبی ﷺ (١٢١٨)

ذبح کرتے وقت خیال رہے

جانور قربانی کرنے سے پہلے چھری کو خوب اچھی طرح تیز کر لینا چاہیے تاکہ جانور آسانی سے ذبح ہو جائے اور اسے زیادہ تکلیف نہ ہو۔ صحیح مسلم (۱۹۵۵)

نیز ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کیا جائے نہ اس کے سامنے چھری کو تیز کیا جائے۔

جانور کو قبلہ رخ لٹائیں اور یہ دعا پڑھ کر ذبح کریں:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ))

صحیح البخاری (۵۵۶۵)۔ وصحیح مسلم (۱۹۶۶)

میت کی طرف سے قربانی

میت کی طرف سے قربانی کرنے کی کوئی خاص دلیل موجود نہیں۔ بالعموم مندرجہ ذیل روایات پیش کی جاتی ہیں جو کہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

ابورافع رضی اللہ عنہ کی روایت کہ " :ضَحَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجِيَّيْنِ خَصِيَّيْنِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا عَمَّنْ شَهِدَ بِالتَّوْحِيدِ وَلَهُ بِالْبَلَاغِ وَالْآخَرُ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ "

((مسند أحمد (26649)، 391/6، 23348) 392)، مجمع الزوائد 22,21/4، سنن البیهقی 268,259/9، معجم الکبیر للطبرانی 920) 311/1)، 921) 312/1)، شعب الایمان 474/5، المجروحین 4/2باب العین 522))، مسند البزار 319/9))

رسول اللہ ﷺ نے دو موٹے تازے خصی مینڈھوں کی قربانی کی ایک اپنی امت کے ان لوگوں کی طرف سے جنھوں نے اللہ تو حید اور آپ ﷺ کے لیے پیغام پہنچانے کی گواہی دی اور دوسرا اپنی اور اپنی آل کی طرف سے۔

اس روایت کی تمام تر اسانید عبداللہ بن محمد بن عقیل پر جمع ہو جاتی ہیں جو کہ لین الحدیث ہے اس کے علاوہ مسند احمد والی ایک سند میں زہیر بن محمد سوء الحفظ ہے اور ایک سند میں شریک بن عبداللہ بن ابی شریک کثرت خطا اور سوء حفظ کا شکار ہے۔ لہٰذا یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

اسی طرح کی ایک اور روایت حذیفہ بن اسید ﷺ سے مروی ہے جسے حاکم نے مستدرک 686/3 6521)) میں اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد 23/4 میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں یحییٰ بن نصر بن حاجب نامی راوی ضعیف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں روایت ہے کہ

" :أَنَّـهُ كَانَ يُضَحِّى بِكَبْشَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ أَمَرَنِى بِهِ يَعْنِى النَّبِيَّ ﷺ فَلا أَدَعُهُ أَبَدًا "

((ترمذی ، أبواب الأضاحی ، باب ما جاء فی الأضحیة عن المیت ، (1495:)، سنن أبی داؤد ، کتاب الضحایا ، باب الأضحیة عن المیت ، (279)))

وہ دو مینڈھے ذبح کیا کرتے تھے، ایک نبی ﷺ کی طرف سے اور دوسرا اپنی طرف سے، جب ان سے پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ : مجھے اس کا حکم نبی ﷺ نے دیا تھا لہٰذا میں یہ کام کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس کی سند میں شریک بن عبداللہ بن شریک کثیر الخطاء ہونے کی وجہ سے ضعیف اور اس کا شیخ ابوالحسناء حسن کوفی مجہول ہے۔ لہٰذا یہ روایت بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔

((شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰه ﷺ الْأَضْحَى بِالْمُصَلَّى فَلَمَّا قَضَى خُطْبَتَهُ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهِ وَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللّٰه ﷺ بِيَدِهِ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰه وَاللّٰه أَكْبَرُ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي))

((سنن أبی داود کتاب الضحایا باب فی الشاة یضحی بها عن جماعة 2810)) جامع الترمذی أبواب الأضاحی باب العقیقة بالشاة 1521))))

میں رسول اللہ ﷺ کیساتھ عید الأضحیٰ کو عیدگاہ میں حاضر ہوا ؛ جب آپ ﷺ نے خطبہ مکمل کیا تو منبر سے اترے اور ایک مینڈھا لایا گیا تو اسکو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ اللہ اکبر یہ میری اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی .

مطلب بن عبداللہ بن حطب مدلس راوی ہے اور وہ عن سے بیان کر رہا ہے؛ نیز اس روایت کو نقل کرنیکے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے : مطلب کا سماع جابر بن عبداللہ ﷺ سے ثابت نہیں

ہے۔لہٰذا یہ روایت بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔الغرض اس قسم کی تمام روایات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہیں۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم

فرمان الٰہی ہے:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (الحج:٣٦)

''خود بھی کھاؤ اور مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کو بھی دو۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِي دَفَّتْ فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَتَصَدَّقُوا))

مسلم، الأضاحی، باب بیان ما کان من النهی..... (١٩٧١)

''میں نے تمہیں مفلوک الحال لوگوں کے آنے کی بنا پر (قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے) روکا تھا پس تم اب کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔''

ایک دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُوْا وَاَطْعِمُوْا وَادَّخِرُوْا))

''کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔''

بخاری، الأضاحی، باب ما یؤکل من الحوم الأضاحی (٥٥٦٩)

معلوم ہوا کہ اگر گردونواح میں فقراء اور مساکین کثیر ہوں تو ذخیرہ اندوزی سے احتراز ہی بہتر ہے البتہ رخصت اپنی جگہ قائم ہے۔

نیز مذکورہ بالا ادلہ سے معلوم ہوا کہ قربانی کا گوشت بندہ خود بھی کھائے، دوست، احباب کو تحفہ بھی دے اور صدقہ بھی کرے۔ یہ تینوں کام کرے لیکن حصوں کی تحدید و تعین کتاب وسنت میں وارد نہیں ہوئی لہٰذا جو تناسب سمجھتا ہو، رکھے، اللہ نے آزادی دی ہے۔

قربانی کی کھالوں کا مصرف

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا))

''نبی کریم ﷺ نے مجھ کو حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کے قربانی کے اونٹوں پر (بطور نگران) کھڑا ہوں اور حکم دیا کہ ان کا گوشت اور کھالیں اور جُل مساکین میں صدقہ کردوں اور اس (گوشت، کھالوں اور جُل) میں سے کچھ بھی اس کی اجرت کے طور پر نہ دوں''

صحيح البخاري، الحج، باب يتصدق (١٧١٧)

اس حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کھالیں صدقہ ہیں اور صدقہ کے مصارف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (سورة التوبة: ٦٠)

''صدقات (زکوٰۃ، عشر...) فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے، اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنا مقصود ہو اور گردن چھڑانے میں، قرض داروں کے لیے، اور اللہ کی راہ (جہاد فی سبیل اللہ) میں اور مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے۔''

یہ مدارس.....یہ علماء

مولانا عثمان اسماعیل سلفی

مدارس اسلام کا قلعہ ہیں اور انکی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ اسلام کی ۔ہجرت رسول سے پہلے دار ارقم کی بات ہو یا ہجرت کے بعد مسجد نبویؐ کے چبوترہ اصحاب صفہ کی یہ مدارس اسلامیہ کے ہی نمونہ ہیں اگر بات کو اس رخ سے دیکھا اور پڑھا جائے تو مضمون طوالت کا شکار ہو جائے گا۔آپ بات کو سمجھنے کیلئے مہبط وحی ام القری یعنی مکہ مکرمہ کی تاریخ کو ہی اگر سامنے رکھ لیں تو بات واضح ہو جائے گی کہ صرف مکہ مکرمہ میں آنحضرتؐ کی وفات کے بعد تیس کے قریب ایسے صحابہ کرام تھے کہ جن کے حلقہ ھائے درس قائم تھے انکے اسماء گرامی امام حاکم نے اپنی (((معرفۃ علوم الحدیث))) میں بیان کیے ہیں۔

میں دیگر بلاد اسلامیہ کی طرف نہیں جانا چاہتا ورنہ لکھنے والوں نے تمام بلاد اسلامیہ میں حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے اصحاب کے حلقہ ھائے درس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے ۔''ولکل مقال مقام''' کے تحت اس کو پھر کسی مجلس کیلئے چھوڑتا ہوں فی الحال مقصود صرف خطہ برصغیر میں علماء اور مدارس کی ایک جھلکی دکھا کر ان پر ہونے والے چند اعتراضات کا جواب دینا مقصود ہے۔یوں تو ہندوستان میں اسلام پہلی صدی ہجری کے وسط میں پہنچ چکا تھا جب مہلب بن ابی صفرہ مرو کے راستے کابل اور زابل کو فتح کرنے کے بعد ہندوستان پہنچے۔مسلمان فاتحین نے صرف ہندوستان کو فتح ہی نہیں کیا بلکہ جا بجا اسلام کی اشاعت کیلئے عظیم الشان مدارس بھی تعمیر کروائے ۔آپ فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی کی تاریخ اٹھا کر پڑھیے 408 ہجری کے لگ بھگ جب سلطان محمود غزنوی قلعہ چندیال کی فتح کے بعد غزنی واپس پہنچا تو اس نے تمام مال

غنیمت کی فہرست تیار کرنے کا حکم دیا جب تخمینہ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس سفر میں بیس ہزار اشرفیاں، کئی لاکھ روپے، پچاس ہزار لونڈیاں اور غلام، تین سو پچاس ہاتھی اور دوسری بہت سی بیش قیمت اشیاء سلطان محمود غزنوی کے ہاتھ لگی ہیں اب سلطان نے حکم دیا کہ اس نعمت الٰہی کے شکر کے طور پر غزنی میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی جائے جس کی عمارت سنگ مرمر کی ہو اور اتنی خوبصورت ہو کہ دیکھنے والے بھی حیران ہو جائیں چنانچہ یہ عظیم الشان مسجد تیار ہوئی جس کی خوبصورتی کی بنیاد پر اسے (عروس فلک) کا خطاب ملا مگر اس مسجد کے ساتھ ہی سلطان محمود نے ایک مدرسے کو بھی تیار کروایا۔

۱۰ صدی ہجری کا مورخ محمد قاسم فرشتہ اس مدرسے کے بارے میں کچھ یوں لکھتا ہے (کہ سلطان نے مدرسے کے کتب خانے میں نایاب اور اعلیٰ کتابیں جمع کیں مسجد اور مدرسے کے اخراجات کے لئے بہت سے دیہات وقف کیے تاکہ طلباء اور مدرسین اور دیگر عملے کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختصر سے عرصہ میں غزنی میں بیشمار مسجدیں اور درس گاہیں تعمیر ہو گئیں۔ 642ھ کے لگ بھگ سلطان غیاث الدین بلبن کی تاریخ کو اگر اٹھا کر پڑھا جائے تو آپ کو وضاحت سے یہ بات ملے گی کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے کھانے پر خصوصاً علماء اکرم کا جھمگٹا ہوتا کہ سلطان کو ان کے بغیر کھانا پسند نہیں تھا۔ اس سے قبل 592ھ میں سلطان قطب الدین ایبک جب دھلی قدم رکھتا ہے تو وہاں ایک بہت عالیشان مسجد کا حکم دیتا ہے قطب الدین ایبک نے سرزمین ہندو دہلی پر کئی ایک مدارس بھی تعمیر کروائے مگر صد افسوس کہ تاریخ میں ان کے نام نہیں ملتے۔

607ھ میں سلطان شمس الدین التمش جب دہلی کا تخت نشین ہوا تو نہ صرف علماء و فضلاء کا قدردان ثابت ہوا بلکہ تاریخ فیروز شاہی کے ایک اندراج سے معلوم پڑھتا ہے کہ سلطان التمش نے بیرونِ ہند سے نایاب کتب بھی علماء کو منگوا کر مہیا کیں اور سلطان شمس الدین التمش ہی کے دور میں سرزمین ہند پر پہلی بار امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم کا ترجمہ فارسی زبان میں ہوا۔

602ھ میں سلطان محمد غوری کے مشہور سپہ سالار بختیار خلجی نے جب

بنگالہ اور بہار کو فتح کیا تو اس نے رنگ پور سکھر میں کئی مدارس تعمیر کرائے اسی زمانے میں سندھ کے گونر ناصر الدین قباچہ کے عہد حکومت میں ان اہل مدارس کی شان یہ تھی کہ قباچہ کے دربار میں ہر وقت ایک جماعت علماء اور فضلاء کی موجود تھی۔

سلطان علاؤ الدین خلجی جس کو سکندر ثانی بھی کہا گیا اس کے عہد کے مشہور مورخ برنی نے علاؤ الدین کی حکومت کے نمایاں کارناموں میں مساجد اور مدارس کے قیام کو بھی بیان کیا ہے

معروف سیاح ابن بطوطہ جب آٹھویں صدی ہجری میں کھنبائت سے چین کا سفر کرتا ہے تو مالابار کے ساحلوں پر مسلمانوں کی کثیر آبادی کو ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ وہاں ایک کثیر تعداد میں مدارس اور علماء بھی موجود تھے۔

10 ویں صدی ہجری میں ابو المظفر علی عادل شاہ بن ابراھیم عادل شاہ کے عہد کو پڑھ لیں کہ جس نے ایران اور توران کے علاقوں میں علماء اور فضلاء کو اعلی ترین عہدوں سے نوازا اور قابل صلاحیتوں کے حامل علماء کو اپنے دربار کے زینت بنایا۔ آپ سلطان محمود خلجی کو پڑھ لیں کہ جس نے مالوہ کے ملک میں جگہ جگہ مدارس قائم کیے، علماء اور فضلاء کے وظائف مقرر کیے حتی کہ مالوہ علم کے اعتبار سے سمرقند کے برابر شمار ہونے لگا۔

انگریز دور: قارئین کرام **مشتے براز نمونہ** کے مصداق یہ چند حوالے گزارش کرنے کا مقصود ہے کہ ایک وقت تھا کہ یہ علماء یہ مدارس ریاست کے بنیادی ذمہ دار امور کی حیثیت رکھتے تھے جب علماء کو شیخ الاسلام جیسے القابات سے نوازا جاتا تھا مگر جب برصغیر میں انگریز قابض ہوئے تو مسلمانوں کی جہاں معاشی سیاسی اور سماجی ناکہ بندی کی گئی وہاں انگریز کے ظلم کے لئے سب سے زیادہ تختہ مشق یہی علماء اور مدارس بنے۔ انگریزوں کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ان کی شان یہ تھی خود انگریز مورخین لکھتے ہیں (دنیا میں ایسی قومیں بہت کم ہونگی جن میں تعلیم اس قدر عام ہو۔ جس قدر ہندوستان کے مسلمانوں میں تھی۔ ان میں جو کوئی فقط 20 روپے ماہوار ملازم ہوتا وہ اپنی اولاد کو اس

طرح تعلیم دلواتا کہ جس طرح وزیراعظم اپنی اولاد کو اور جو علوم ہمارے بچے لاطینی اور یونانی زبان میں اپنے کالجوں میں حاصل کرتے ہیں۔ وہی علوم یہ لوگ عربی اور فارسی کو سیکھتے۔ اور سات سال بعد یہ طالب علم اپنے سر پر جو آکسفورڈ کے طالبعلم کی طرح علم سے بھرا ہوتا جب دستارِ فضیلت باندھتا تو اس طرح روانی سے سقراط، ارسطو، افلاطون اور بو علی سینا پر گفتگو کرسکتا کہ جیسے آکسفورڈ کا ایک طالب علم۔

مگر جب انگریز کا قبضہ ہوگیا تو ان آکسفورڈ جیسے قابل طبقے کا کیا حال ہوا؟ اس بات کو سمجھنے کے لئے اگر آپ مشہور اور متعصب انگریز مورخ ڈبلیو ہنٹر کی کتاب (ہمارے ہندوستانی مسلمان) جو کہ ہنٹر نے لارڈ میو کے ایماء پر 1871ء میں لکھی۔ اس کو پڑھیں۔ تو کتاب کے چوتھے باب میں خود ہنٹر یہ بات لکھتا ہے کہ (قاضیوں کی موقوفی نے ہزاروں خاندانوں کو جو فقہ اور اسلامی علوم کے پاسبان تھے بیکار اور محتاج کردیا بلکہ آپ اگر تاریخ پڑھے تو صرف علماء کو ان کے عہدوں سے ہی معزول نہیں کیا گیا بلکہ 1860ء کے ریکارڈ میں آپ امام مسجد کی حثیت دیکھیں کہ ایک گاؤں کے حجام اور لوہار کی تنخواہ امام مسجد سے چار گنا زیادہ تھی۔

مگر تمام نوکریوں اور عہدوں سے معزولی کے باوجود اپنا معاشی استحصال سہ کر بھی یہ ملاّ ہی تھے۔ کہ جنہوں نے دین کے فریضہ کو ہر ممکن نبھانے کی کوشش کی۔ مشہور بیوروکریٹ قدرت اللہ شہاب اپنی خودنوشت (شہاب نامہ) میں مولوی کے کردار پر لکھتے ہیں۔

''برہام پور سنگلاخ پہاڑیوں اور خاردار جنگل میں گھرا ہوا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس میں مسلمانوں کے بیس پچیس گھر آباد تھے ان کی معاشرت ہندو اثرات میں اس درجہ ڈوبی ہوئی تھی کہ رومیش علی، صفدر پانڈے محمود مہنتی، کلثوم دیوی اور پروہانی جیسے نام رکھنے کا رواج عام تھا۔ گاؤں میں ایک نہایت مختصر کچی سی مسجد تھی جس کے دروازے پر اکثر تالا رہتا تھا جمعرات کی شام کو دروازے کے باہر ایک مٹی کا دیا جلایا جاتا کچھ لوگ نہا دھو کر آتے تھے اور مسجد کے تالا کو عقیدت سے چوم کر ہفتہ بھر کے دینی فرائض سے سبکدوش ہوجاتے۔ ہر دوسرے تیسرے مہینہ ایک مولوی صاحب اس گاؤں میں دو روز کے لئے مسجد کو آباد کرجاتے اس دوران اگر کوئی شخص وفات پا گیا

ہوتا تو مولوی صاحب اس کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھتے۔نوزائیدہ بچوں کے کانوں میں آذان دیتے ۔کوئی شادی طے ہوگئی ہوتی تو نکاح پڑھا دیتے۔بیماروں کوتعویذ لکھ دیتے اوراپنے اگلے دورے تک جانور ذبح کرنے کیلئے چند چھریوں پر تکبیر پڑھ جاتے۔

اس طرح مولوی صاحب کی برکت سے گاؤں والوں کا دین اسلام کے ساتھ کچا سا رشتہ بڑے مضبوط دھاگے سے بندھا تھا مزید لکھتے ہیں اس (مولوی ہی) نے کہیں دین کی شمع،کہیں دین کا شعلہ،کہیں دین کی چنگاری روشن رکھی۔برہام پور گنجم کے گاؤں کی طرح جہاں کہیں دین کی چنگاری بھی گل ہوچکی تھی۔(ملاّ)ہی نے اس کی راکھ کوسمیٹ سمیٹ کر بادمخالف کے جھونکوں میں اڑ جانے سے محفوظ رکھا۔''

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر مسلم کو دے کر فرنگی تخیلات — اسلام کو حجاز و ہند سے نکال دو
مسلم کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج — ملاّ کو ان کے کوہ ودمن سے نکال دو

جی قائین کرام نام اور عادات کے اعتبار سے نیم ہندو طرز کے مسلمانوں میں بھی ملاّ کا جو مقام تھا یہ انگریز کو ہرگز گوارا نہ تھا چنانچہ عوام کے ذہن اسلامی تعلیمات اور ملاّ سے دور کرنے کیلئے انگریز نے سارا نظام تعلیم بدلنے کا ارادہ کیا۔چنانچہ برصغیر میں انگریزی نظام تعلیم کے منصوبہ ساز لارڈ میکالے نے یہ فامولا پیش کیا (ہمیں اس وقت ایک ایسا طبقہ پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔جوخون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہومگر ذوق،طرز فکر،اخلاق اور فہم وفراست کے نقطہ نظر سے انگریز) یہ ایک لارڈ میکالے کا ذہن نہیں تھا انگریز دور میں مدارس کے گورنر سر چالس ٹریولین نے کہا:

''مسلمانوں کا نظام تعلیم طاقت،فخر ومباہات اور جوش عزائم پر مبنی ہے ان کا یقین ہے کہ یہ کرہ ارض مومنین کی میراث ہے ان کے علاوہ سب کافر اور غاصب ہیں تمام ملک باختیار الٰہی مسلمانوں کے ملک ہیں۔یورپی تعلیمی مراکز کے ذریعے اور صرف یورپی تصورات سے ہی ممکن ہے کہ ان کے تصورات کو گرما کر ان کے قومی نظریات کو ایک نیا رخ دیا جاسکے۔''

چنانچہ علماء کو مزید حقیر کرنے کیلئے ملاّ اور بابو کا فرق پیدا کیا گیا۔

علمائے مدارس اور دنیاوی علوم:

کل بھی اور آج بھی ایک ہی سوچ ہے کہ علماء اور اہل مدارس جدید تعلیم کے خلاف ہیں اور صرف اس مفروضے کی بنیاد پر علماء کو دقیانوس جیسے القابات سے نوازا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات آج بھی اور کل بھی غلط فہمی پر مبنی ہے تاریخ برصغیر میں جب سرسید نے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کو انگریزی علوم کی طرف راغب کرنے کا سلسلہ شروع کیا تو اس وقت شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی سے انگریزی تعلیم کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا (جاؤ انگریزی کالجوں میں پڑھو اور انگریزی تعلیم حاصل کرو شرعاً ہر طرح جائز ہے) مسئلہ انگریزی تعلیم کا نہیں مسئلہ اس جدید ترقی اور علوم کے نام پر جو زہر ہلاہل ہے اس کا ہے جو آپ اوپر لارڈ میکالے کے میں پڑھ چکے ہیں۔ آج کی چھوڑیے آپ ماضی میں علی گڑھ کو ہی لیجئے۔ شیخ محمد اکرام اپنی کتاب (موج کوثر) میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جن لوگوں نے مسجدوں کی چٹائیوں پر بیٹھ کر تعلیم پائی۔ ان میں تو سرسید، محسن الملک اور وقار الملک جیسے مدبّر اور منتظم پیدا ہوئے۔ جو لوگ انگریزی زبان سے قریب قریب سے ناواقف تھے اور جن کے لئے تمام مغربی ادب ایک گنج سربستہ تھا انہوں نے نیچرل شاعری اور ایک جدید ادب کی بنیاد ڈالی اور آب حیات، سخندان فارس اور شعر و شاعری میں مسدس حالی جیسی کتابیں تصنیف کر ڈالیں۔ لیکن جن روشن خیالوں نے کالج کی عالی شان عمارتوں میں تعلیم حاصل کی اور جن کی رسائی مغرب کے بہترین اساتذہ اور دنیا کے علم ادب تک تھی وہ مطمع نظر کی پستی اور کریکٹر کی کمزوری سے فقط اس قابل ہوئے کہ کسی معمولی دفتر کے پرزے بن جائیں۔''

نیز لکھتے علی گڑھ کالج نے نہ تو کوئی حالی اور شبلی پیدا کیا نہ کوئی قابل ذکر علمی رویات پیدا کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جدید اور باقاعدہ تعلیم کے باوجود نہ صرف مذہبی نقطہ نظر سے بلکہ دنیاوی اور ظاہری کامیابی کے لحاظ سے بھی طلباء علی گڑھ اس بلندی پر نہ پہنچے جو علی گڑھ کالج کے دقیانوسی اور قدیم الخیال لیکن روحانی طور پر سربلند اور کریکٹر کے لحاظ سے پختہ کار ربانیوں نے حاصل کی تھی۔

مولانا ابو الکلام آزاد نے بھی اس طرح کے خیالات کا اظہار کیا فرماتے ہیں:

''میں جو نئے تعلیم یافتہ حضرات کا ہمیشہ شاکی رہتا ہوں تو اس کی بڑی وجہ یہ کہ ان کی ہر گز شتہ خوبی کو دور پاتا ہوں اور انکی جگہ کوئی نئی خوبی مجھے نظر نہیں آتی ہماری گزشتہ مشرقی معاشرت، اوضاع واطوار، اخلاق وعادات، طریق وبود ومانده یہ سب کے سب انہوں ضائع کر دیے اخلاق تمدن کے بعد مذہب کا نمبر آیا اور جدید تعلیم وتہذیب کے مندر پر مذہب کی قربانی بھی چڑھائی گئی خیر مضائقہ نہیں خرید وفروخت کا معاملہ ہے اور متاع بے بہا ہاتھ آتی ہو تو دل وجان تک کو اس کی قیمت میں لگا دیتے ہیں لیکن سوال یہ ہے سب کچھ دیکر کونسی چیز ہے جو ہاتھ آئی؟ علم؟ نہیں اخلاق؟ نہیں تہذیب معاشرت؟ نہیں ایک پو ری انگریزی زندگی؟ نہیں ایک اچھی مخلوط معاشرت؟ یہ بھی نہیں تو پھر یہ کیا بدبختی ہے کہ ہاتھ اور جیب دونوں خالی ہیں۔''

قارئین کرام! برصغیر کے نو آبادیاتی حکمران یعنی انگریز اس نئے تعلیمی نظام کو لانے میں یونہی نہیں تلے ہوئے تھے بلکہ وہ جانتے تھے کہ اگر مسلمانوں میں ایک ایسا تعلیمی نظام رائج کر دیا جائے جو ان سے انکے اسلاف اور ان کی اقدار سے محبت چھین لے تو پھر انکی آئندہ نسلیں ایسی ہونگی کہ جن کے نام تو مسلمانوں کے ہوں گے۔ مگر جن کے ہیروز، جن کے معیارات اور جنکے زندگی گزارنے کے طریقے سب ہمارے جیسے ہونگے یہی وجہ ہے کہ آج ہماری نوجون نسل کے آئیڈیل دو کچے کمروں میں بیٹھ کر آدھی دنیا پر حکمرانی کرنے والے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ آج ہماری نوجون نسل نپولین کو دنیا کا ہیرو مانتی ہے انہیں محفلوں میں بیٹھ کر اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے بیان کرنے میں ملائیت اور مذہب کی بو آتی ہے مگر روسو، سارتر اور شیکسپیئر جیسے نام لیتے ہوئے ان کے سر فخر سے بلند ہوتے ہیں ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ صوفی تبسم، اسماعیل میرٹھی اور الطاف حسین حالی کی نظموں کے بجائے Rhyms کی گود میں پروان چڑھے۔

یہی وہ خطرہ تھا کہ جس کو حکیم الامت شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ مرحوم نے بھی سمجھ لیا تھا جب حکیم احمد شجاع مرحوم نے مدارس میں جدید دنیاوی علوم پڑھانے کی تجویز علامہ محمد اقبال کو لکھی تو انہوں نے جواب دیا:

کہ ان مدارس کو اسی حالت میں رہنے دو اگر یہ ملّا نہ رہے تو ہندوستانی مسلمانوں کا وہی حال ہوگا جو اندلس میں آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود وہاں کے مسلمانوں کا ہوا۔''

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پر آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

مگر قارئین کرام! کل کی طرح آج بھی اہل کفر کو مسلمانوں کی تعلیمی میدان میں تخریب کی فکر اور کوشش موجود ہے نائن الیون کے واقعے کے بعد امریکی دفتر خارجہ نے لاکھوں ڈالر دے کر بروکنگز انسٹیٹیوٹ کو ایک پروجیکٹ دیا کہ مسلمانوں میں تعلیم کے نظام کو کیسے بہتر کر سکتے ہیں چنانچہ 2002ء میں پی ڈبلیو سنگر کی سربراہی میں ایک رپوٹ بنائی گئی جس میں یہ طے پایا کہ ہم کیسے مسلمانوں سے ان کی روح اور اقدار کو ان سے دور کر سکتے ہیں اس کا پہلا ذریعہ یہ ہے کہ نظام تعلیم میں سے ان چیزوں کو نکال دیا جائے کہ جن سے ان کے اسلاف کے عظیم کارناموں کی بو آتی ہو نیز ورلڈ بینک رپورٹ -239/6 PAK میں مدارس کو کنٹرول کرنے کی تجویز بھی طے پائی اور یہ طے پایا کہ جن اداروں میں مذہبی لوگ شامل ہیں حکومت کو کہہ کر ان کی معاشی ناکہ بندی کروائی جائے اور ان کو غیر فعال کیا جائے۔

مدارس اور دہشت گردی:

اس عنوان پر میں دو اعتبار سے بات کرنا چاہوں گا ایک عالمی تناظر میں اور دوسری پاکستان کے تناظر میں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گردی کی حالیہ جنگ حیرت انگیز حد تک دجل اور فریب سے بھرپور رہی۔عالمی امن کے ان دہشت گرد ٹھیکیداروں کی مثال خود ہی قاتل، خود ہی مدعی ،اور خود ہی منصف والی ہوگی دنیا میں اور بھی مذاہب موجود ہیں مگر جب کسی اور مذہبی عقیدے کے لوگ بھیانک وارداتیں کرتے ہیں تو ان کے مذہب کا ذکر زشاذ و نادر ہی آتا ہے۔کوسوو کے البانوی باشندوں کا قتل عام ہوا تو خبروں میں ''ایسٹرن آرتھوڈکس سربوں'' کا بطور قاتل کہیں ذکر نہیں آیا۔برمی قتل ہوئے تو بدھ مت کے پیروکاروں کا نام تک بھی نہیں لیا گیا۔اور نہ ہی ان کے مذہب کو دہشتگرد کہا گیا۔ہزاروں فلسطینیوں کے قتل اور لبنان پر وحشت ناک حملوں کے باوجود کسی نے نہیں کہا کہ یہود

یت دہشت گرد مذہب ہے۔مگر اسلام کے متعلق ان منصفان عالم کا طرز عمل انتہائی منافقت پر مبنی ہے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ مذہب اسلام کی ہر شناخت کو بھی دہشت گردی کی علامت قرار دے دیا گیا ۔حالیہ ''وار اینڈ ٹیرر'' جن شخصیات کو بنیاد بنا کر لڑی گئی مثلاً اسامہ بن لادن جوان کی نظر میں دہشتگرد ٹھہرا ہارورڈ یونیورسٹی کا گریجویٹ تھا۔وہ انیس لوگ تو طیارے اڑا کر ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر حملہ آور ہوئے امریکہ،لندن اور جرمنی کی ان یونیورسٹیوں میں پڑھتے رہے کہ جہاں داخلہ لینا بھی ایک خواب ہے۔شیخ عمر لندن اسکول آف اکنامکس کا پڑھا ہوا ہے کہ جس سکول کو فخر کہ اس نے برطانیہ کے سب سے زیادہ وزرائے اعظم پیش کیے۔مگر دنیا بھر کے کسی میڈیا نے ان یونیورسٹیوں کو دہشتگرد نہیں کہا بلکہ چڑھ دوڑے اسلام،مساجد،مدارس اور مسلمانوں پر۔دہشت گردی کے نام پہ دنیا بھر کے مختلف ملکوں میں بے شمار مساجد اور مدارس کو بند کروا دیا گیا۔مثال کے طور پر بھارت میں مسلمانوں کے خلاف انسداد دہشت گردی کی آڑ میں کی جانے والی انتقامی کاروائیوں کے سلسلے میں بھارت کے سکیورٹی حکام نے چھ صوبوں میں مساجد اور اسلامی مدارس بند کر دیے۔

ازبکستان میں ازبک حکومت نے انسداد دہشت گردی کی آڑ میں سرکاری سکولوں کے علاوہ تمام دینی مدارس میں اسلامی علوم کی تدریس بند کروا دی بلکہ ایک حکم نامہ جاری کیا گیا جس میں آئمہ مساجد سے کہا گیا کہ وہ دینی علوم پڑھانے حتٰی کہ قرآن مجید کے حفظ کروانے کا سلسلہ فوری طور پر ترک کر دیں۔یمن میں تمام مذہبی یونیورسٹیاں بند کر دی گئیں۔موریتانیا کے دارالحکومت نکواکچوٹ میں سعودی ادارہ برائے دینی تعلیمات اور ''مسلم ورلڈ لیگ'' کو بند کر دیا گیا۔حالانکہ یہ دونوں ادارے بیس سال کے عرصے سے موریتانیا میں یتیم بچوں کی دینی تعلیم و تربیت اور ناداروں کی دیکھ بھال کر رہے تھے ایسی اور بھی کئی ایک مثالیں مختلف ممالک کی موجود ہیں آپ تفصیل کے لئے نامور محقق ڈاکٹر ایم اے سلومی کی کتاب Innocent victims in the global war on terror جس کا اردو ترجمہ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے معصوم شکار کے نام سے شائع ہو چکا ہے اس میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔دوسری طرف وطن عزیز پاکستان میں منافقت کے عالمی ماہرین نے ایک نئے انداز سے کھیل کھیلا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کی تاریخ میں انگریز سے

آزادی حاصل کرنے کے لئے مدارس اور علماء کا ایک عظیم کردار ہے۔ شاہ اسماعیل شہید ہوں یا سید احمد بریلوی، مولانا عنایت علی ہوں یا مولانا ولایت علی یا تحریک پاکستان کے عظیم کردار مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی ہوں۔ یہ سب کے سب علماء ہی تھے اس لئے کل کی طرح آج بھی حالیہ دہشت گردی کی جنگ میں عالم کفر کی طرف سے علماء اور مدارس کا نشانے پر ہونا فطری تھا۔ چنانچہ ایک طرف مدارس اور اسلام کی تعلیمات کے خلاف مسلم امہ کی عوام کو دو رائے میں تقسیم کیا گیا ہے وطن عزیز پاکستان میں امریکی براہ راست مدارس کو نشانہ تو نہ بنا سکے مگر افسوس صد افسوس کہ دشمن اسلام و دشمنان وطن عزیز پاکستان میں مسلمانوں کے روپ میں ایسے افراد پیدا کیے جنہوں نے مدارس، مساجد اور فرقہ واریت کی آڑ میں اسلام اور مدارس کو بدنام کر کے نہ صرف اپنے غیر ملکی آقاؤں کا نمک حلال کیا بلکہ کفار کی اسلام کے خلاف یلغار کا راستہ بھی ہموار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام آدمی کا ذہن دینی افراد کے بارے میں متزلزل ہو گیا۔

یہ سب دیکھ کر امریکی C.I.A کے سابقہ ڈرائیکٹر جارج ٹینٹ کا وہ واقعہ یاد آتا ہے کہ اس نے رونالڈ کسلر کو جب C.I.A کی جنگی حکمت عملی پر کتاب لکھنے کیلئے مدعو کیا تو اپنی تمام تر معلومات اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا (اب ہم مسلمان نہیں خریدے گے ہمیں اسلام کو اصولوں کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈالنے کے لئے کسی ماڈریٹ لیڈر کی ضرورت نہیں یہ کسی نہ کسی وقت عوام یا ملاؤں کے خوف میں آجاتا ہے ہم اپنے ملاّ خود بنائے گے انہیں مسلمانوں کے مدارس میں تعلیم دلوائے گے ان کے وضع قطع، گفتگو اور چال ڈھال کو ایسے رنگ میں رنگ دیں گے کہ کسی کو شک تک نہ گزرے یہ کہاں سے اور کیوں آئے ان کا مقصد کیا ہے سب ان کی باتوں پر ایمان لائیں گے پھر جو ہم چاہتے ہونگے لمحوں میں ہو جائے گا) حالیہ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں خود عالمی دہشت گرد امریکا اور اس کے حواریوں نے پاکستان میں یہی کھیل کھیلا ہے (مگر الحمد اللہ افواج پاکستان کے مختلف کامیاب آپریشنز سے ایسے ناسور نہ صرف پکڑے جا چکے ہیں بلکہ انشاء اللہ عنقریب وطن عزیز ان سے پاک کو ہو جائے گا اللہ پاکستان کو سلامت رکھے)

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے قرآنی اوصاف

تحریر.....محمد عظیم حاصلپوری

حلیم نبی سیدنا اسماعیل علیہ السلام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾ . (الصافات: ١٠١)

''تو ہم نے ان کو ایک نرم دل حلیم بیٹے کی خوشخبری دی۔''

حلیم، تحمل، نرم دل اور سوچ سمجھ کر کام کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کی بھی یہی صفات بیان فرمائی تھی۔ فرمایا:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ . (التوبہ:١١٤)

''بے شک ابراہیم یقیناً بہت زیادہ آہ آہ کرنے والے بردبار تھے۔''

یعنی باپ بھی حلیم آگے بیٹا بھی حلیم، اسماعیل کے بعد اسحاق وہ بھی حلم والے، آگے سیدنا یعقوب اور سیدنا یوسف وہ بھی حلم والے، بردبار اور برداشت کرنے والے تھے۔

وعدے کے سچے نبی سیدنا اسماعیل علیہ السلام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ . (مریم:٥٤)

''اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو وہ وعدے کے سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے

نبی تھے۔''

وعدے کی پابندی سیدنا اسماعیل کی خاص صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصا ذکر کی ہے۔ صاحب ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ اسماعیل سے کسی نے وعدہ کیا کہ آپ ادھر ٹھہریں میں آتا ہوں آپ ایک دن اور رات اسی جگہ پر ٹھہرے رہے اس آدمی کو یاد آیا تو وہ دوڑا ہوا آیا اور آ کر کہا آپ کل کے ادھر ہی کھڑے ہیں سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کہا جب وعدہ ہو چکا تھا پھر میں کیسے چلا جاتا۔ اس آدمی نے تب معذرت کی۔

تفسیر ابن کثیر ۳/۳۷۳

رسول اور نبی سیدنا اسماعیل علیہ السلام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ . (مریم:٥٤)

''اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو وہ وعدے کے سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے نبی تھے۔''

رسول صاحب شریعت اور صاحب کتاب کو کہتے ہیں اور نبی جس شخص پر صرف وحی نازل ہوتی ہو اور وہ پہلے نبی کی شریعت اور کتاب پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا ہو البتہ رسول اور نبی دونوں لفظ مترادف بھی استعمال ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کو نبی اور رسول دونوں صفتیں عطا فرمائی جبکہ ان کے بھائی اسحاق کو صرف نبی والی صفت عنایت فرمائی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَبَشَّرْنَاهُ بِاِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ * وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى اِسْحَاقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ﴾ .

''اور ہم نے ان کو اسحٰق کی بشارت بھی دی (کہ وہ) نبی (اور) نیکوکاروں میں سے

(ہوں گے)۔اور ہم نے ان پر اور اسحاق پر برکتیں نازل کی تھیں اور ان دونوں کی اولاد میں سے نیکوکار بھی ہیں اور اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والے (یعنی گنہگار) بھی ہیں۔" (الصافات: ۱۱۲۔۱۱۳)

قرآن مجید کے کئی ایک مقامات پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیغمبر کی حیثیت سے مخاطب فرمایا۔ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡكَ كَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنۡ بَعۡدِهٖ وَ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ وَ الۡاَسۡبَاطِ وَ عِیۡسٰی وَ اَیُّوۡبَ وَ یُوۡنُسَ وَ هٰرُوۡنَ وَ سُلَیۡمٰنَ وَ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا﴾.

"(اے محمد ﷺ!) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی اور داؤد کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی۔" (النساء: ۱۶۳)

اور فرمایا:

﴿قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ وَ الۡاَسۡبَاطِ وَ مَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسٰی وَ مَاۤ اُوۡتِیَ النَّبِیُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّهِمۡ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ وَ نَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ﴾.

"(مسلمانو) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اُتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں) موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں اُن پر اور جو اور پیغمبروں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے ملیں اُن پر (سب پر ایمان لائے) ہم اُن پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (معبودِ واحد) کے فرمانبردار ہیں۔" (البقرۃ: ۱۳۶)

نماز وزکوۃ کے پابند نبی سیدنا اسماعیل علیہ السلام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ، وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا﴾ .

''اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو وہ وعدے کے سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے نبی تھے۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے ہاں پسندیدہ (وبرگزیدہ) تھے۔'' (مریم:٥٤)

نماز ہر نبی پر فرض رہی ہے البتہ ہر کی تعداد، کیفیت، اور نوعیت میں فرق رہا ہے۔

سیدنا اسماعیل خود بھی نماز کے پابند تھے اور ان کے گھر والے بھی، بلکہ آپ ذرا پیچھے جائیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اسماعیل کو اور ان کی والدہ ہاجرہ کو جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام مکہ میں چھوڑ کر واپس فلسطین جانے لگے تھے تو انھوں نے دعا بھی یہی کی تھی کہ اے اللہ میں ان کو یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں تاکہ یہ نماز پڑھیں اور ساتھ تیرا گھر کعبہ موجود ہے اس کی آبادی کا سبب بنیں۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں:

﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ . (إبراهيم:٣٧)

''اے اللہ! میں نے اپنی اولاد میدانِ (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے، اے اللہ! تاکہ یہ نماز پڑھیں، تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تاکہ (تیرا) شکر کریں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اور اپنی نسل کے لیے دعا فرماتے ہیں:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِی رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴾

''اے میرے پروردگار! مجھ کو اور میری نسل میں سے لوگوں کو نماز قائم کرنے والا بنا، اے ہمارے رب میری دعا کو قبول فرما۔'' [ابراھیم: ٤٠]

اللہ کا پسندیدہ نبی سیدنا اسماعیل علیہ السلام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ کَانَ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَ کَانَ عِنْدَ رَبِّہٖ مَرْضِیًّا﴾.

''اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے ہاں پسندیدہ (و برگزیدہ) تھے۔'' (مریم:٥٥)

اسماعیل کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اولاد ابراہیم سے پسند فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ».

''اولاد اسماعیل علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو پسند فرمایا' اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے میں (محمد ﷺ) کو پسند فرمایا''

صحیح مسلم، الفضائل، باب فضل نسب النبی . . . . ٢٢٧٦۔

آپ کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے چنا اور پسند کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ * اِنَّا اَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ * وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ * وَاذْكُرْ اِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ﴾. (ص: ٤٥-٤٨)

''اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے ان کو ایک (صفت) خاص (آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا۔ اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے۔ اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔''

نیکوکار نبی سیدنا اسماعیل علیہ السلام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَذَا الْکِفْلِ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ * وَ اَدْخَلْنٰھُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّھُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ . (الأنبیاء:۸۵، ۸۶)

''اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل (کو بھی یاد کرو) یہ سب صبر کرنے والے تھے۔ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا بلاشبہ وہ نیکوکار تھے۔''

سیدنا اسماعیل کا خاندان جس کی راہنمائی وحی سے ہوتی تھی جس کی عبادت کائنات کے لیے نمونہ بنتی تھی جس کی عادات کو اللہ نے قرآن مجید بنا کر محمد کریم ﷺ پر نازل فرمایا وہ گھرانہ جس پر اللہ خوش ہو گیا کیا اس گھرانے سے زیادہ کوئی اور نیک اور صالح ہو سکتا ہے۔

صابر نبی سیدنا اسماعیل علیہ السلام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَذَا الْکِفْلِ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ * وَ اَدْخَلْنٰھُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّھُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ . (الأنبیاء:۸۵، ۸۶)

''اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل (کو بھی یاد کرو) یہ سب صبر کرنے والے تھے۔ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا بلاشبہ وہ نیکوکار تھے۔''

مذکورہ آیت میں تین نبیوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت بیان فرمائی کہ یہ سب صابر اور نیکوکار تھے۔ اسماعیل کے صبر کی مثال تو شاید کائنات میں کوئی دے ہی نہیں سکتا کہ باپ

نے آکر خبر دی کہ مجھے خواب آئی ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو بیٹا فورا کہنے لگا آپ مجھے ذبح کریں میں صبر کروں گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَابُنَيَّ اِنِّي اَرَى فِي الْمَنَامِ اَنِّي اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَااَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ * فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ * وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ * قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ * اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ * وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ * وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ * سَلٰمٌ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ * كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ * اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابا جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجئے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پائیے گا۔ جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔ تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ دیا۔ اور پیچھے آنے والوں میں ابراہیم کا (ذکرِ خیر باقی) چھوڑ دیا۔ کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔''

(الصافات: ۱۰۲۔۱۱۱)

اسماعیل نے نہ صرف صبر کا مظاہرہ کیا بلکہ فرمانبردار بیٹے کی بھی مثال ایسی پیش کر دی کہ کسی بیٹے نے اس قدر باپ کے حکم کی تعمیل نہ کی ہوگی اسی لیے علامہ اقبال تجسس کرتے ہوئے کہہ گیا:

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

چہرے کا پردہ

مجیب الرحمٰن سیاف

اسلام کی آمد سے قبل معاشرے میں عورت کو کوئی اہمیت نہ دی جاتی تھی یہ ہر طرف سے ظلم وعتاب کا شکار تھی اپنے ہی گھر میں بیگانوں کی طرح زندگی کے دن پورے کرتی تھی لیکن جب اسلام آیا تو اسلام نے نہ صرف اسے عزت واحترام سے نوازا اور بہت سے ان حقوق کی حق دار بنادیا جن سے ہمیشہ اسے محروم رکھا جاتا تھا۔ کچھ مغرب پسند لوگوں نے پھر اس کی عصمت وعفت کے خاتمے کے لیے حقوق نسواں کے نام سے پروپیگنڈہ کرنا شروع کر رکھا ہے جبکہ اسلام اسے پردے میں ملبوس کر کے ان میلی نگاہوں سے بھی محفوظ رکھنا چاہتا ہے جو شیطان صفت لوگوں کی طرف سے اٹھتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ

" :عورت تو چھپانے کی چیز ہے ۔جب یہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس پر نظریں جمالیتا ہے۔" ترمذی:(۱۱۷۳)

اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان عورتیں بھی بلا حجاب ونقاب گھروں سے باہر اپنے ضروری معاملات کے لیے نکلا کرتی تھیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بے حجابی کو پسند نہیں کرتے تھے اور امہات المومنین کے معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا :

﴿يَا رَسُولَ اللّٰه !يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَ اُمَّهَاتَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ﴾

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے گھر نیک اور فاسق ہر طرح کے لوگ آتے رہتے ہیں کاش! کہ آپ امہات المومنین کو پردے کا حکم دیں۔تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب (پردے

کے حکم والی آیت)نازل فرمادی۔''(صحیح بخاری ، التفسیر (٤٧٩٠)

ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاء الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَن يُعْرَفْنَ فَلا يُؤْذَيْنَ﴾(الاحزاب:٣٣/ ٥٩)

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (چہرے) پر چادر لٹکا لیا کریں یہ آمران کیلئے موجبِ شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی اُن کو ایذا نہ دے گا۔''

جلباب ایسی کھلی چادر کو کہتے ہیں جو سارے جسم کو ڈھانپ لے۔ (قرطبی)

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں:

أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن فى حاجة أن يغطين ، وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب ، و يبدين عينا واحدة

''اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی بیویوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ گھر سے باہر کسی کام کے لیے نکلیں تو اپنے سر سمیت اپنے چہروں کو چادروں سے ڈھانپ لیں اور ایک آنکھ کھلی رکھ لیں۔''

تفسیر طبری:٢٠/ ٣٢٤

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں :

﴿يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ ، لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ شَقَقْنَ مُرُوطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا﴾

''اللہ تعالیٰ پہلے ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم کرے جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اور وہ اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھا کریں۔'' نازل کی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالیں۔''

بخاری ، التفسیر ، باب قوله:وليضربن بخمرهن على--(٤٧٥٨)

ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

فاختمرن ای غطین وجوههن یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول: فَاخْتَمَرْنَ کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔''

بعض منکرین حجاب نے یہ لکھا ہے کہ ابن حجر کا یہ ترجمہ ان کی منفرد رائے ہے اور لغت عربی میں خمار کا لفظ چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ جبکہ یہ ان کی غلط فہمی اور لاعلمی ہے امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب الموطا میں نقل کیا ہے کہ خمار کا لفظ عربی زبان میں چہرہ ڈھانپنے کے لیے مستعمل ہے۔

حضرت فاطمہ بنت منذر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاء بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ " موطا امام مالك، الحج، باب تخمير المحرم وجهه

"ہم اپنے چہروں کو خمار (چادر) سے ڈھانپتی تھیں اس حال میں کہ ہم حالتِ احرام میں ہوتیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہمارے ساتھ ہوتی تھیں"۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور چہرے کا پردہ

۱ ..... واقعہ افک میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے ہوتے تھے وہ صبح کے وقت میری جگہ کے قریب پہنچ گئے، اور انہوں نے دیکھا کہ ایک انسان سویا ہوا ہے لیکن جب وہ میرے قریب آئے تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ کیونکہ:

﴿وَكَانَ يَرَانِی قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِيْنَ عَرَفَنِی فَخَمَّرْتُ وَجْهِیْ بِجِلْبَابِی﴾

''حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا انہوں نے جب مجھے دیکھا تو ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ پڑھا تو ان کے پڑھنے کی وجہ سے میں بیدار ہوگئی اور میں نے اپنی اوڑھنی کے ساتھ اپنے چہرے کو چھپالیا۔''

(صحيح بخاری: الفسير، باب لولا اذسمعتوه (٤٧٥٠)

۲ ..... جب خیبر فتح ہوا مسلمانوں کے ہاتھ غلام اور لونڈیاں بھی آئیں آپ علیہ السلام نے صحابہ کرام

میں تقسیم فرمادیں صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں کچھ صحابہ کرام نے آکر کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! صفیہ آپ کے پاس ہو تو تبھی بہتر ہے۔ تو آپ ﷺ نے اپنے حصہ میں لے لیا پھر صحابہ کرام میں اس بات پر بھی اختلاف ہوا کہ صفیہ لونڈیوں میں سے ہیں یا ازواج مطہرات میں سے جس کا ذکر صحیح بخاری میں اس طرح ہے:

'اِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُه فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّاَ لَهَا خَلْفَه وَمَدَّ الْحِجَابَ "(صحیح بخاری:(٤٢١٣)

"اگر آپ ﷺ نے ان سے پردہ کروایا تو وہ اُمّہات المومنین میں سے ہوں گی اور اگر آپ ﷺ نے ان سے پردہ نہ کروایا تو وہ آپ ﷺ کی لونڈی ہوں گی۔ پس جب آپ ﷺ نے وہاں سے کوچ کیا تو حضرت صفیہؓ ' کو پیچھے بٹھالیا اور پردہ کھینچ دیا۔"

ابن سعد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں

"وَسَتَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَمَلَهَا وَرَاءَه وَجَعَلَ رِدَاءَه عَلٰى ظَهْرِهَا وَوَجْهِهَا" (الطبقات لابن سعد:٨/ ٩٦

"اور اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ڈھانپا اور انہیں اپنے پیچھے (اونٹ پر) سوار کیا اور اپنی چادر حضرت صفیہ کی کمر اور چہرے پر ڈال دی۔"

۳.....ام علقمہ بنت ابی علقمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس حال میں آئی تو اس پر ایک باریک کپڑے کی اوڑھنی تھی جس سے اس کی پیشانی ظاہر ہو رہی تھی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور فرمایا:

﴿ اَمَا تَعْلَمِيْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ سُوْرَةِ النُّوْرِ ﴾

''کیا تمہیں ان احکام کا علم نہیں جو اللہ تعالیٰ نے سورت نور میں نازل فرمائے ہیں۔''

پھر انہوں نے ایک (موٹے کپڑے کی) اوڑھنی منگوائی اور اسے پہنا دی۔

(جلبات المرأة المسلمة (ص/ ١٢٦)و طبقات ابن سعد (٨/ ٤٦)

٤..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں تھیں اور قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تھے۔

﴿فَاِذَا حَاذُوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا فَاِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَا﴾

''جب وہ سامنے آتے تو ہم اپنی چادریں منہ پر لٹکا لیتی اور جب وہ گزر جاتے تو منہ کھول لیتیں۔''

(ابوداود ، المناسك ، باب فی المحرمة تغطی (١٨٣٣) وابن ماجه (٢٩٣٥) حسن

بعض لوگوں نے اس حدیث کو ازواج مطہرات کے ساتھ خاص کیا ہے۔ واضح رہے کہ اس حدیث کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث میں صرف اپنا طرزِ عمل بیان نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ کے ساتھ سفرِ حج کے دوران جتنی بھی خواتین ہوتی تھیں ان سب کے بارے میں بتلایا ہے کہ قافلوں کے قریب سے گزرنے پر وہ اپنے چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپ لیتی تھیں۔ اگر یہ معاملہ ازواج مطہرات کے ساتھ ہی خاص تھا تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے احرام والی عورت کے چہرے پر پردہ کیوں ڈالا؟

٥..... اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

كنا ندخل على أُم المومنين يوم التروية فقلت لها يا ام المومنين هنا امراة تابى ان تغطى وجهها وهى محرمة فرفعت عائشة خمارها من صدرها فغطت به وجهها " التلخيص الحبير:٢/ ٥٧٦

"ہم ذوالحجہ کو اُمّ المومنین کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو میں نے کہا اے اُمّ المومنین! یہاں ایک عورت ایسی ہے جو کہ حالت احرام میں اپنے چہرے کو چھپانے سے انکار کرتی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا خمار (چادر) اس کے سینے سے اٹھایا اور اس سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔''

چہرے کو ڈھانپنے کے لیے نقاب بھی درست ہے

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ

"اور حالتِ احرام میں کوئی عورت نقاب نہ اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔"

(صحیح بخاری:(۱۸۳۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وهذا مما يدل على ان النقاب والقفازين كانا معروفين فى النساء اللاتى لم يحرمن وذلك يقتضى ستر وجوههن وايديهن

(مجموعة رسائل فى الحجاب والسفور)

"یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نقاب اور دستانے پہننا ان عورتوں میں معروف تھا جو کہ حالتِ احرام میں نہ ہوتی تھیں 'اور یہ فعل اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپیں۔"

مسلم خواتین پردے کے لیے چادر یا ڈھیلے ڈھالے عبایا اور برقع وغیرہ کا استعمال کرتی تھیں۔ مخالفینِ اسلام نے جب دیکھا کہ عبایا یا برقع کو ختم کرنا ناممکن ہے تو انہوں نے ایک پُرفریب چال چلی۔ انہوں نے ضعیف اور کم زور احادیث کا استعمال کر کے خواتین کو چہرہ کھلا رکھنے پر اکسایا اور جب وہ ایسا کرنے لگیں تو حجاب کے لیے ڈریس ڈیزائنرز سے شوخ، رنگ دار، نقش ونگار، پھول اور بیل بوٹوں سے مزین کپڑے تیار کرائے گئے، جن سے خواتین کی پیشانی، بال اور چہرہ وغیرہ کو ایک خاص انداز سے دکھایا جا سکے اور اتنے ہی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ ایسے عبایا اور برقع تیار کرائے گئے جو بہر حال برقع تو ہیں لیکن اتنے چست اور تنگ ہوتے ہیں کہ جسم کے نشیب وفراز بخوبی نظر آتے ہیں اور ان کو مزید ڈیزائن دار اور دیدہ زیب بنایا گیا کہ اب جو عبایا یا برقع زینت چھپانے کے لیے اوڑھا جاتا تھا وہ بجائے خود زینت بن گیا اور لوگوں کی نظریں ایسے ہی برقعوں کا تعاقب کرتی ہیں۔ اس لیے ایسے برقع کا استعمال نہ کیا جائے جو پردہ کی بجائے لوگوں کی نظروں کا مرکز بنے۔

تمباکونوشی.....مضرِصحت

زبیر بن خالد مرجالوی

خالق کائنات نے زمین پر بے شمار مخلوقات پیدا فرمائی ہیں کہ جن میں سے بعض جاندار اور بعض بے جان ہیں۔ جانداروں میں سے پھر متحرک بالارادہ جاندار اور غیر متحرک جاندار ہیں۔ آگے متحرک بالارادہ کے اعتبار سے ان جانداروں کی بھی کچھ اقسام ہیں۔ ایک وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقل وفہم اور شعور دیا ہے جبکہ دوسری قسم ایسے جانداروں کی ہے جو چلتے پھرتے، سوتے، جاگتے اور افزائش نسل تو کرتے ہیں مگر شعور وفہم نہیں رکھتے۔ حیاتیات کے ماہرین نے خوراک کے اعتبار سے متحرک بالارادہ جانداروں کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور انسان کو بھی اس میں شامل کرتے ہوئے اسے ''ہمہ خور جانور'' کہا ہے جبکہ دوسرے جانداروں میں سے بعض صرف گوشت کھاتے ہیں، بعض نباتات اور بعض کیڑے مکوڑے کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

غیر عاقل جانور تو کبھی بھی دوسروں کی خوراک اور جان لیوا چیز کو منہ نہیں لگاتے مثلاً بھیڑیے کو گھاس کھاتے، گھوڑے بیل اونٹ وغیرہ کو گوشت کھاتے ہوئے یا شراب پیتے ہوئے یہ کبھی بھی آپ نے نہیں دیکھا ہوگا تو پھر انسان جو صاحب فہم وشعور ہی نہیں بلکہا شرف المخلوقات بھی ہے تو پھر یہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی سب کچھ کیونکر ہڑپ کر جاتا ہے.....؟

قارئین کرام! دنیا جہاں کے ڈاکٹروں طبیبوں، آسمانی علوم والوں اور داناؤں نے اپنے فنون میں مہارت وتحقیق اور جستجو کے ذریعے اور انتہائی ثقہ دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ شراب نوشی، حرام کاری، چرس، ہیروئن اور تمباکونوشی انسان کے لئے زہر قاتل کی مانند ہیں ان سے کینسر اور ایڈز جیسی مہلک بیماریاں لگتی ہیں۔ ایک طب وصحت کے معروف عالمی ماہرین اور بین الاقوامی ادارہ صحت کی رپورٹ بھی پڑھ لیجئے: ''ایک جاپانی ڈاکٹر تاکاشی نے قریباً اکانوے ہزار عورتوں کے ریکارڈ

کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بے تحاشا سگرٹ پینے والے افراد کی بیویوں میں سگرٹ نہ پینے والے افراد کی بیویوں کی نسبت پھیپھڑوں کے سرطان میں مبتلا ہونے کی شرح دوگنی ہے''۔

سگرٹ نوشی کے عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں ہر سال تین کروڑ افراد سگرٹ نوشی کے باعث موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں اور ۲۰۲۰ میں ایسی اموات کی تعداد دس کروڑ ہوجائے گی اور اس رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تمباکو نوشی سے ۲۵ بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ (ڈائجسٹ نومبر ۱۹۹۷)

اب آیئے کہ عرب علماء کرام تمباکو نوشی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، مختصراً معلوم کیجئے!

الشیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

میں کہتا ہوں کہ تمباکو نوشی کے گھٹیا، ناپسندیدہ اور بدبودار ہونے کے ساتھ ساتھ بعض حالتوں میں اس کے نشہ آور ہونے اور جسم کو کمزور کرنے میں تو شک نہیں ہے؟ اسی طرح قرآن وسنت کے دلائل بینہ کے ذریعے نقل صحیح، عقل صریح اور معتبر اطباء کی اس کے متعلق ثقہ رپورٹ کے ساتھ تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہا۔

① (قرآن وسنت سے) نقل صحیح

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وہ جو رسول کی پیروی کرتے ہیں جو امی نبی ہے جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے''۔ [الاعراف: ۱۵۷]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَام [صحيح مسلم:۲۰۰۳

''ہر نشہ آور چیز شراب (کے حکم میں) ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے''۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرْقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ

[سنن ابی داود:٣٦٨٧، قال الشیخ الألبانی:صحیح]

''ہرنشہ آور چیز حرام ہے اور جس چیز کی بڑے برتن جیسی مقدار نشہ پیدا کرے، اس کی ایک لپ (مقدا) بھی حرام ہے''۔

الشیخ محمد العینی نے اپنی کتاب ''تحریم التدخین'' میں چار وجوہ کی بنا پر تمباکو نوشی کو حرام کہا ہے۔

① اس کا حرام ہونا معتبر ترین طبیبوں کی ان اطلاعات پر ہے جو اسے صحت کے لئے مضر ثابت کرتی ہیں اور جو بھی چیز اس طرح کی ہو اس پر ساری امت کے علماء کا اتفاق ہے کہ وہ حرام ہے۔

② اس کا حرام ہونا اس کا عقل کو ماؤف کر دینے والی اشیاء میں سے ہونا ہے، جن پر پوری امت کے علماء کی طرف سے متفق علیہ فیصلہ ہے کہ ان کا استعمال شرعاً ممنوع ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نشہ آور اور جسم کو لاغر کر دینے والی چیز حرام ہے [سنن ابی داود: ٣٦٨٦، قال الشیخ الألبانی:ضعیف]

③ اس کی بدبودار بو کا ایسے لوگوں کو تکلیف دینا جو اسے استعمال نہ کرتے ہوں، بالخصوص نمازوں کے اوقات میں لوگوں کا اکٹھے ہونا اور ان کے دیگر اجتماعات میں، اس کے حرام ہونے کی تیسری بڑی دلیل ہے، بلکہ یہ تو معزز فرشتوں کو بھی تکلیف دینا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو اسے ہم سے جدا رہنا چاہئے اور اسے ہماری مسجد سے بھی دور رہنا چاہئے، اسے چاہئے کہ اپنے گھر ہی میں بیٹھا رہے۔'' [صحیح البخاری: ٨٥٥]

④ اس کا حرام ہونا اس لئے بھی ہے کہ اس میں فضول خرچی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فضول خرچی سے منع فرمایا ہے۔ [صحیح البخاری: ٥٩٧٥]

② عقلی (صریح) دلائل

جب تجربے، مشاہدے اور قرآن وسنت کے تواتر کے ساتھ وہ ضرر معلوم ہو گیا جو سگرٹ نوشی اور حقہ پینے والے کی صحت، جسم اور عقل پر اثر انداز ہوتا ہے اور دھواں کشی کے سبب موت کے واقع

ہونے، بیہوشی طاری ہونے اور اچانک حملہ کرنے والی بیماری کا مشاہدہ بھی ہوگیا جیسا کہ ہر طرح کی کھانسی جوانتڑیوں کو کمزور کرنے والی سل کی بیماری میں تبدیل ہوجاتی ہے اور دل کی بیماری اور ہارٹ اٹیک سے موت کا واقع ہونا اور خون کی نالیوں کا ہر طرف سے سکڑ کر تنگ ہوجانا کہ جس سے دمے کی بیماری لگ جاتی ہے، علاوہ ازیں وہ سب دلائل کہ جن سے پختہ عقلی یقین حاصل ہوجاتا ہے کہ اس کا استعمال حرام ہے۔

③ ڈاکٹری رپورٹیں

تمام پرانے طبیب اور جدید ڈاکٹر تین اشیاء کی تنبیہ کرتے ہوئے اور ان کے نقصانات پر متفق نظر آتے ہیں۔ ان میں کسی نے بھی کسی دوسری سے اختلاف نہیں کیا۔

① **بدبو**..... یہ وہ گندی ہوائیں اور گیسیں ہوتی ہیں جو تمام قسم کی اجناس یعنی پھل، سبزیاں اور گوشت وغیرہ اور ان کی انواع سے ان کے خراب ہونے کے بعد خارج ہوتی ہیں۔

② **گرد وغبار**

③ **دھواں**.....ان کے مضرات درج ذیل ہیں:

① خون کے خلیوں کا خراب ہوجانا۔ ② دل کی پمپنگ (دھڑکن) کا نظام بے ترتیب ہوجانا۔ ③ کھانے کی چاہت کا بڑی تیزی سے ختم ہوجانا۔ ④ عصبی قوت (پٹھوں کی طاقت) کا کمزور پڑجانا۔

الشیخ عبدالرحمٰن الناصر السعدی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

دھواں نوشی کو تجارت کے طور پر استعمال کرنا، اسے استعمال کرنے کے لحاظ سے اور اسے پینے کے اعتبار سے کسی بھی مسلمان کے لئے حلال نہیں، وہ بالصراحت حرام ہے۔ جہاں تک اس کو حرام کرنے اور اس سے منع کرنے والے نصوص کی دلالت کا تعلق ہے تو وہ کئی وجوہ کی بنا پر ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور وہ (محمد ﷺ) ان پر ناپاک (مضر) چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں''۔ [الأعراف: ۱۵۷] ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ''اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو''۔ [البقرۃ: ۱۹۵]

شیخ صاحب رحمہ اللہ تمباکو نوشی کے بدنی نقصان لکھتے ہیں:

① یہ جسمانی اور مردانہ قوت کو کمزور کر دیتی ہے۔ ② نظر کو کمزور کرتی ہے۔ ③ انسان کے جسم اور خون کی نالیوں میں داخل ہو کر بہت جلد اثر شروع کر دیتی ہے۔ ④ غذا سے مکمل فائدہ روک دیتی ہے۔ ⑤ دل کمزور ہو جاتا ہے۔ ⑥ اس سے پٹھوں کا کھچاؤ بھی پیدا ہوتا ہے۔ ⑦ کھانے کی خواہش ختم ہو جاتی ہے۔ ⑧ کھانسی کی بیماری جنم لیتی ہے۔ ⑨ اور کھانسی کی وجہ سے بسا اوقات سانس کی تنگی، گلے کا گھٹنا اور بلغم کا بہت زیادہ آنا بھی اسی سے جنم لیتے ہیں اور ان بیماریوں کی وجہ سے آج تک کتنے ہی لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔ ⑩ دھواں نوشی کا ایک بڑا اثر سینے سے تعلق رکھنے والی بیماریوں پر بھی پڑتا ہے۔ ⑪ سرطان کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔

الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ:

شرعی دلائل نے اس بات کی راہنمائی کی ہے کہ سگریٹ نوشی کا تعلق ان امور سے ہے جنہیں شریعت نے حرام کیا ہے۔ تمباکو نوشی کو حرام کرنے والے قرآنی دلائل میں سے سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں حلال ہیں؟ ان سے کہہ دیں کہ سب پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں''۔ [المائدہ: ٤] یک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں، پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان کے لئے حرام ٹھہراتے ہیں''۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان دونوں آیات کریمہ میں واضح کر دیا کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے صرف پاک چیزیں ہی حلال کی ہیں اور وہ نفع بخش کھانے کی چیزیں ہیں، البتہ نقصان دہ کھانے پینے کی چیزیں جیسا کہ نشہ آور اشیاء، جسم و جان کو سست کرنے والی چیزیں، عقل، بدن اور دین کے لئے نقصان دہ کھانے پینے کی چیزیں یہ حرام کردہ ناپاک اشیاء میں شمار ہوتی ہیں۔

[استفادہ: تمباکو نوشی، از محمد بن ابراھیم آل شیخ]

آداب ضیافت

مولانا محمد منشا سلفی

آداب ادب کی جمع ہے جو سلیقہ، طریقہ، اکرام اور احترام کے مجموعے کا نام ہے۔ اللہ تعالی نے بے شمار مخلوقات کو عدم سے وجود بخشا اور ان سب کو اپنے اپنے طریقے سے زندگی گذارنے کا سلیقہ عطا فرمایا لیکن ان سب مخلوقات میں سے انسان کو امتیازی شان عطا کی، اسے باوقار معاشرتی ڈھانچہ دیا، ایک دوسرے سے ملاقات کے موقع پر نہایت سلیقے سے ادب بجالانے کا حکم دیا، جو شخص جتنی عزت وتوقیر کے لائق ہو اس کے مطابق عزت وتوقیر کرنے کی تاکید کی۔

اس باب میں سب سے زیادہ عزت وتوقیر کے مستحق والدین ہیں۔ پھر چچا، بھائی، بہن، خالہ، پھوپھی، دادا، دادی وغیرہ۔ لہٰذا جب بھی ان میں سے کوئی فرد آپ کے غریب خانہ میں تشریف لائے تو اس کے مقام ومرتبہ اور اپنی بساط وطاقت کے مطابق ضیافت کا انتظام کرنا چاہیے۔ بڑوں کی عزت وتوقیر کرنا اور چھوٹوں پر شفقت وپیار کا ہاتھ رکھنا حسنِ ادب اور دینی تعلیم ہے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عمر رسیدہ آدمی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آیا تو لوگوں نے اس کے لیے کشادگی پیدا کرنے میں دیر کردی تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیس منا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا (الترمذي:۱۹۱۹)

''وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت وتوقیر نہ کرے''۔

اگر آپ اور ہم دوسروں کی تکریم وتعظیم کریں گے تو دوسرے بھی ہماری تکریم وتعظیم کریں گے، وگرنہ یہ ضرب المثل لازم آئیگی: ''باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب''۔ ضیافت ومہمان نوازی سے مومن کی سرفرازی اور اہل ایمان کی دل فرازی ہوتی ہے۔ اس سے ایک دوسرے میں محبت والفت قائم رہتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضیافت ومہمان نوازی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ»

''جو شخص اللہ تعالی اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرے''۔ (بخاري: ٦٠١٨)

مہمانوں کی عزت وتکریم کا انداز نرالہ اور دل کش ہونا چاہیے تا کہ مہمانِ گرامی کا دل بھر آئے اور بے اختیار شکریہ کے کلمات ان کے لبوں سے ادا ہوں۔ آج مالک دو جہاں نے اپنے بندوں کو زمانہ قدیم کی بہ نسبت خوش حال وصاحبِ مال بنایا، لہٰذا مہمان نوازی مہمان کی حیثیت اور مہمان نوازی کی بساط کے مطابق ہو۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

(لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ)

''چاہیے کہ وسعت والا بقدر اپنی وسعت کے خرچ کریں اور جس پر اس کی روزی تنگ کر دی گئی ہو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالی نے جتنا عطا کیا ہے اتنا ہی خرچ کرے''

(الطلاق: ٧)

اور ہاں جب آپ میں سے کسی کے گھر میں کوئی مہمان تشریف لائے تو ان سے ہرگز نہ پوچھا جائے کہ آپ کھانے میں کیا پسند کریں گے، کیونکہ اس سے مہمان تکلف کرنے لگتا ہے۔ مہمان نوازی کی ادا پُرکشش وخوش نما ہوتا کہ مہمان کے دل میں شکوہ وشکایت کی راہ ہموار نہ ہو۔ مہمان نوازی کی ایک بہترین مثال سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے آخری دور میں نظر آتی ہے جب ان کے گھر میں فرشتے مہمان بن کر نازل ہوئے تو سیدنا ابراہیم نے ان کی بے حد عزت وتکریم کی، ان کی مہمان نوازی کرتے ہوئے ایک بھنا ہوا بچھڑا پیش کر دیا، یہ سب آناً فاناً کیا جیسا کہ کلام الٰہی میں موجود ہے:

(وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَن جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ) (هود: ٦٩)

''اور ہمارے پیغامبر (فرشتے) سیدنا ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے اور سلام کہا تو سیدنا ابراہیم نے بھی سلام کا جواب دیا (فوراً مہمان نوازی کے لیے) بنیا ہوا بچھڑا لے آئے''۔

مذکورہ آیت کریمہ کو پیش کرنے کا مقصود مطلوب یہ ہے کہ مہمان سے اس کی خواہش نہ پوچھی جائے بلکہ اپنے اعتبار سے جو مناسب اور اچھا معلوم ہو یا پہلے سے مہمان کے مرغوب کھانے کا علم ہو تو اسی مناسبت سے اس کی خاطر تواضع کی جائے، ضیافت کے باب میں جب ہم تعامل صحابہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کا ایثار لائقِ تحسین ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے پر دوسروں کو ترجیح دیا کرتے تھے اگرچہ خود حاجت مند ہوں۔ قرآن مجید میں فرمانِ الٰہی ہے جس میں صحابہ کی مہمان نوازی کی جھلک بیان کی گئی ہے اور امام بخاری نے اپنی معروفِ زمانہ کتاب ''صحیح بخاری'' میں قرآن کی اس آیت (وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ) کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

امام المحدثین، سید الفقہاء حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم کے پاس آیا تو آپ نے اس کو کھانا کھلانے کے لیے تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں پیغام بھیجا لیکن کسی بھی بیوی کے گھر ایک آدمی کا کھانا نہ ملا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ کون ہے جو اس شخص کی مہمان نوازی کرے گا؟ ایک انصاری صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کی ضیافت کروں گا۔ وہ انصاری صحابی مہمان کو اپنے غریب خانہ میں لے آئے تاکہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ صحابی نے اپنی زوجہ محترمہ سے پوچھا کہ کیا گھر میں کوئی کھانے کی چیز ہے؟ بیوی نے جواب دیا کہ ہمارے پاس صرف بچوں کا کھانا ہے اور بچے اس وقت بھوک سے نڈھال ہیں۔ انصاری صحابی نے کھانا لگانے کا کہا اور ساتھ ہی بیوی کو ہدایت کر دی کہ جب مہمان کھانا کھانے لگے تو چراغ درست کرنے کے بہانے چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھالے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (اندھیرے میں) مہمان نے تو کھانا کھالیا لیکن انصاری صحابی اور ان کے بیوی بچوں نے بھوکے رات بسر کی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرماتے ہوئے قرآن مجید کی مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ (صحيح بخاري: ٣٧٩٨)

گالی بکنا ایک قبیح جرم

عثمان بن خالد مرجالوي

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾. (سورة الأنعام:١٠٨)

''اورتم ان لوگوں کو گالی مت دو جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں، (کہیں ایسا نہ ہو) کہ وہ اللہ کو بغیر علم کے گالی دیں، اسی طرح ہم نے ہر امت کے لئے ان کے اعمال کو مزین کر رکھا ہے، پھر ان کا اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ انہیں خبر دے گا جو وہ کرتے تھے''۔

گالی کسے کہتے ہیں؟

عرفِ عام میں زبان کا فحش، بیہودہ اور خلافِ شریعت غلط اور ناجائز استعمال کو گالی کہا جاتا ہے۔

گالی کی غلاظت، خباثت وممانعت:

دین اسلام میں گالی گلوچ کرنا ایک سنگین جرم اور خطرناک گناہ ہے لیکن اکثر وبیشتر لوگ اسی عادتِ بد کا شکار ہیں، اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اکثر اختلافات، دشمنی، قتل وغارت کا سبب گالی جیسا ایک سنگین جرم ہی ہے، اور گالی گلوچ میں شرارتیوں کی بے غیرتی کی انتہاء یہ ہے کہ وہ گالی دیتے وقت انسان کے مقدس رشتہ ماں اور بہن کے رشتے کو پامال کرتے ہیں حالانکہ عورتوں کو رسول اللہ ﷺ نے شیشہ سے تشبیہ دی، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے ایک حدی خواں انجشہ نامی تھے، ان کی آواز بہت خوبصورت تھی نبی ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا:

(رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ، لاَ تَكْسِرِ القَوَارِيرَ).

''اے انجشہ! آہستہ چال اختیار کر، (ان) شیشوں کو مت توڑ''۔

[صحيح البخاري (٦٢١١)، وفي صحيح مسلم، (٢٣٢٣)]

دوسری بات یہ ہے کہ سننے والا بھی بے غیرت و بے حس ہو کر سُن کر مسکراتے ہوئے اسے کچھ نہیں کہہ پاتا کہ وہ میرا ہی ہمسفر ہے اگر کوئی غیر ہوتا تو اس کو جھنجھوڑتا، اور یہ محض دوستانہ ماحول میں مستعمل اور رواج نہیں پکڑ گئی ہے بلکہ مسجد کے تقدس اور منبر و محراب کے تقدس و حرمت کو پامال کرنے کے لئے بھی استعمال کی گئی ہے؛ لوگ (کہ جنہیں علماء، صلحاء، فقہاء، محدث، مبلغ، مدرس وغیرہ کے القاب دینے سے ہم گریز کرتے ہیں) منبرِ رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر گالی گلوچ کرتے ہیں؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ .....)، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیشک نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے''۔ [البخاري (٤٨)، ومسلم، (٦٤)]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''فحش گوئی اور بہ تکلف فحش سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ فحش گوئی اور بہ تکلف فحش بکنے والے کو پسند نہیں فرماتے، اور ظلم سے بچو کیونکہ وہ روزِ قیامت کی تاریکیوں میں سے ہے، اور خود غرضی (اپنا الّو سیدھا کرنا) و تنگ دلی سے بچو کیونکہ اس نے تم سے پہلے (لوگوں) کو اکسایا تو انہوں نے خوب آپس میں خون ریزی کی اور اس کی تحریک سے انہوں نے ارحام کو توڑا اور اسی بنا پر انہوں نے حرمات (اللہ کی حرام کردہ اشیاء) کو حلال قرار دیا''۔

[المستدرك ١/ ٥٦(٢٨)، وفي مسند البزار: ١٥/ ١٥٤ (٨٤٨٦)]

آیئے آپ بھی اس طرح بنئے!

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ فحش گوئی اور بہ تکلف فحش نہیں کرتے تھے''۔[صحيح البخاري (٣٥٥٩)، وفي صحيح مسلم (٢٣٢١)]

گالی گلوچ کرنا نفاق سے ہے:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’چار (چیزیں) جس شخص میں ہو وہ منافق ہے،- یا جس میں چار خصلتوں میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں ایک خصلت نفاق سے ہے،- حتی کہ اسے چھوڑ دے: جب بولے تو جھوٹ بولتا ہے، اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، اور جب عہد کرے تو پورا نہیں کرتا، اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرتا ہے‘‘۔ بخاري(٢٤٥٩)، مسلم(٥٨)

اب یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ گالی گلوچ نفاق سے ہے اور اس کا مرتکب بظاہر تو اپنے آپ کو بڑا حاجی، متقی ثابت کرتا ہے، حالانکہ وہ مسلمان نہیں عملی منافق ہے۔

قارئین کرام! آیئے اللہ سے عہد کیجئے کہ ہم آئندہ سے کبھی بھی ہماری زبان گالی جیسا غلیظ جرم اپنے وجود پر سکونت اختیار کرنے دے گی؛ کیونکہ گالی گلوچ سے آدمی کا وقار نہیں رہتا اور اس کی طرف ہمیشہ نفرت اور گھٹیا نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اگر چہ وہ کتنا بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ رب العزت ہمیں جو اس نے ہمارے لئے اپنے رسول کو نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے، ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!

مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے خطباء و مبلغین کے لیے انمول تحفے

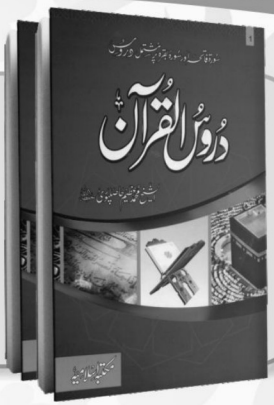

قیمت -/550 روپے
دوسری جلد زیرِ طبع

سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ پر مشتمل دروس

دروس القرآن

تالیف الشیخ محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ

قیمت -/1000 روپے سیٹ
2 جلدیں

خطبا اور مبلغین کے لئے نادر تحفہ

دروس المساجد

تالیف الشیخ محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ

قیمت -/1200 روپے سیٹ
2 جلدیں

خطبا، مبلغین اور عوام کے لئے تحفہ

صحیح منتخب واقعات

تالیف الشیخ محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ
لاہور: غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 042-37244973 - 37232369
فیصل آباد: بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد 041-2631204 - 2641204
maktabaislamiapk.com maktabaislamiapk@gmail.com /maktabaislamia1

Mujallah **AL-MUKARRAM** Gujranwala
Jamia Islamia Salfia (Mukarram Masjid) Model Town Gujranwala

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی علمی اور حکیم محمود رحمہ اللہ کی عملی یادگار

جامعہ اسلامیہ سلفیہ

جامع مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

شعبہ جات

علوم اسلامیہ (درس نظامی)

- تجوید القرآن
- حفظ القرآن
- ترجمۃ القرآن
- ناظرۃ القرآن
- تعلیم بالغاں
- تعلیم نسواں شعبہ
- نشر واشاعت

خصوصیات

بہترین نصاب، بلند معیار تعلیم، مشفق اور محنتی اساتذہ کی نگرانی میں اعلیٰ تربیت کا خصوصی اہتمام، طلبہ کی کردار سازی اور بہترین علمی وعملی ماحول، وسیع اور کشادہ ماحول لائبریری اچھی کارکردگی کے حامل طلبہ کے لیے حوصلہ افزائی کے انعامات

نوٹ

جامعہ ھذا کے تمام شعبہ جات میں ۱۰ شوال سے داخلہ جاری ہے۔

برائے رابطہ:
055-3846592
0321-7202700

قارئین کرام! سلسلۂ دار المکرم آپ کا اپنا رسالہ ہے، خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھنے کی دعوت دیں، ہمیں آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا، اپنے گراں قدر مشوروں سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں

Designing & Printing: **Maktaba Islamia Press Lhr**, 0300-8661763